رسول اکرم ﷺ کا حج

ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی

مترجم

محمد لئیق اللہ خان

جملہ حقوق بحق کمپنی محفوظ ہیں

ناشر
سعودی ریسرچ اینڈ پبلشنگ کمپنی، پوسٹ بکس نمبر 4556، جدہ 21412
رجسٹریشن نمبر 14/1498۔۔۔تاریخ 19/9/1414ھ ٹیلیفون نمبر: 6691888

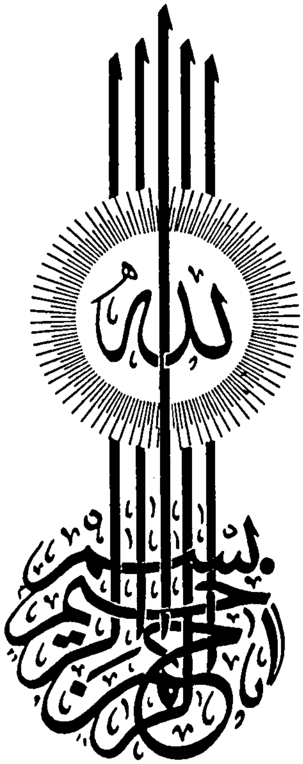
الله
بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

1۔ آغاز کلام ۔۔۔ ہشام علی حافظ، محمد علی حافظ 7
2۔ مقدمہ 12
3۔ خلوص نیت 16
4۔ حج کا اہتمام 16
5۔ حج کب فرض ہوا 17
6۔ حجتہ الوداع 17
7۔ حج کا اعلان 18
8۔ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم 22
9۔ حج کی استطاعت 24
10۔ حج بدل 26
11۔ ذوالحلیفہ 27
12۔ میقات 28
13۔ اعمال حج کا آغاز 30
14۔ احرام کا مطلب 32
15۔ احرام کی نیت 33
16۔ حج کی قسمیں 33
17۔ حج کے مقاصد 37

18۔ ابواء 41

19۔ عسفان 41

20۔ حج کا درس 42

21۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان 43

22۔ خواتین کیلئے عمرہ کی آسانی 47

23۔ وادی طویٰ 48

24۔ مکہ مکرمہ 49

25۔ خانہ کعبہ 49

26۔ طواف کعبہ 50

27۔ حجر اسود کا بوسہ 52

28۔ عبادات کی حقیقت 56

29۔ ملتزم پر حاضری 62

30۔ آب زمزم 64

31۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی 66

32۔ ھاجر اور اسماعیل 69

33۔ رسول کی آزمائش 71

مؤلف

نام: ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی

پیدائش: 1359ھ مکہ مکرمہ

تعلیم: ابتدائی -- مسجد الحرام

الفلاح اسکول (مکہ مکرمہ) 1383ھ

پی ایچ ڈی (کورنیل یونیورسٹی، امریکہ)

تدریس: پروفیسر جیالوجی کنگ سعود یونیورسٹی (ریاض)

پروفیسر جیالوجی کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی (جدہ)

مناصب: سیکریٹری تعلیم، وائس چانسلر کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی، وزیر اطلاعات و نشریات (1395ھ --- 1402ھ)، رکن تاسیسی رابطہ عالم اسلامی، رکن دعوت و تبلیغ سپریم کونسل، رکن انٹرنیشنل اسلامک ریلیف آرگنائزیشن۔

تصانیف: 1۔ افریقہ ہی کیوں؟

2۔ وسطی افریقہ کے مسلمان سرابھارنے کی آزمائش اور مستقبل کے چیلنجوں کے دوراہے پر

3۔ بیجنگ کا مسافر --- اسلام بخیر

4۔ مسلم اقلیتیں

سرگرمیاں: مسلم ممالک میں تعلیمی فروغ اور تعلیم کو اسلامی دنیا کے ترقیاتی مسائل سے مربوط کرنے کے علمبرداروں میں سے ہیں۔

عرض ناشر

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیکر مکہ مکرمہ میں خدا کی عبادت کیلئے خانہ کعبہ بنایا۔ قرآن پاک میں خانہ کعبہ کی فضلیت بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ وہ پہلی عبادتگاہ ہے جو لوگوں کے لئے بنائی گئی تھی۔ (ال عمران 94) خانہ کعبہ تیار ہو گیا تو حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسے اہل ایمان کا مرکز قرار دیا اور حج کا نظام شروع کیا کلام پاک میں سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وأذن فی الناس بالحج یأتوک رجالا وعلی کل ضامر یأتین من کل فج عمیق لیشهدوا منافع لهم ویذکروا اسم الله فی أیام معلومات علی ما رزقهم من بهیمة ألانعام فکلوا منها واطعموالبائس الفقیر ثم لیقضو تفثهم ولیوفوا نذورهم ولیطوفوابالبیت العتیق

"اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو کہ وہ تمہارے پاس ہر دور دراز مقام سے پیدل اور دبلی اونٹنیوں پر سوار آئیں تاکہ وہ ان فائدوں کو دیکھ سکیں جو یہاں ان کے لئے رکھے گئے ہیں اور چند مقرر دنوں میں ان جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں جو اس نے انہیں بخشے ہیں پھر اس میں سے خود بھی کھائیں اور تنگدست و محتاج لوگوں کو بھی کھلائیں پھر اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور قدیم گھر کا طواف کریں"۔ (الحج: 29---27)

اس حکم پر کم وبیش چار ہزار سال سے آج تک ہر سال عمل ہو رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک ہوتا رہے گا کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کم وبیش ڈھائی ہزار برس بعد جب پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی کی حیثیت سے تشریف لائے تو اہل ایمان کیلئے جو چار عبادتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض قرار دیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر صاحب استطاعت مسلمان زندگی میں ایکبار حج ضرور کرے۔

ہر سال حج کا موسم آتا ہے تو ہر مسلم گھرانے میں حج کا چرچا ضرور ہوتا ہے ہر ایک کے دل

میں حج کے ارمان جاگتے ہیں۔ فرزندان اسلام بیت اللہ شریف کے پاس رہتے ہوں یا دور رہتے ہوں ہر کسی پر ذوق وشوق کا عالم طاری ہوتا ہے ہر شخص کے دل میں ایک ہی سودا، ایک ہی تمنا ہوتی ہے کہ لمحوں میں پر پرواز لگا کر مکہ مکرمہ پہنچ جائے۔ لاکھوں مسلمانان عالم ندائے ربانی پر لبیک کہتے ہیں۔ زندگی کے ہنگاموں کو پس پشت ڈالتے ہیں دنیوی مظاہر سے بے نیاز اور مصنوعی قدروں سے آزاد ہو کر دنیا کے تمام گوشوں سے دور دراز مسافتوں کو طے کر کے اور ہر قسم کی دشواریوں اور مصیبتوں کو جھیل کر ارض مقدس میں جمع ہوتے ہیں۔ جان ودل نثار کرتے ہوئے آنکھوں بلکہ پلکوں کے بل آتے ہیں۔ آہ وزاری کر کے بلکہ خوب گڑگڑا کر رب کریم سے رحمت اور مغفرت اور برکت وہدایت کی دعائیں کرتے ہیں فقیروں اور محتاجوں کی صورت بنا کر ہاتھ خدا کے سامنے پھیلائے ہوئے اور نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے عرفات میں داخل ہوتے ہیں اس جذبہ سے حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں کہ عمر بھر گناہوں کی جو گٹھریاں باندھ باندھ کر رکھی تھیں انہیں پھینک آئیں گے اور رسول مقبول ﷺ کے ارشاد کے مطابق گزشتہ گناہوں سے پاک ہو کر نیا جنم لیکر نئی اور گناہوں سے پاک زندگی کا آغاز کریں گے ارشاد رسالت ہے کہ "جس نے خدا کیلئے حج کیا اور (اس کے دوران) نہ کوئی فحش بات کی اور نہ کسی گناہ کا مرتکب ہوا ہو تو وہ اسطرح (گناہوں سے پاک ہو کر) لوٹے گا جیسے وہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا"۔ (بخاری)

یہ تمنا لیکر آتے ہیں کہ ان کا رب ان سے راضی ہوجائیگا اجر وثواب سے نوازے گا۔ گناہ بخش دے گا۔

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چل کر حج کرتے ہیں جو لوگ حج کی بہتر سے بہتر طریقے پر ادائیگی کا اہتمام کرتے ہیں وہ یہاں سے نئی زندگی، گناہوں سے پاک وصاف زندگی کا تحفہ لیکر واپس جاتے ہیں۔

فقہائے کرامؒ نے رسول اللہ ﷺ کے آخری حج (حجۃ الوداع) کی روشنی میں حج کے بے شمار مسائل واحکام ترتیب دیئے ہیں جن سے فقہ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔ انہوں نے حج کے سلسلے میں آقائے نامدار ﷺ کا دیا ہوا یہ بنیادی اصول مد نظر رکھا ہے کہ اسلامی شریعت کا مزاج سختی اور تنگی کا نہیں ہے بلکہ سہولت اور وسعت کا ہے۔ اسامہ بن شریکؓ سے مروی حدیث سے اس کی تاکید ہوتی ہے کہتے ہیں:

"میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج کرنے نکلا تو لوگ آپ ﷺ کے پاس (مسائل) پوچھنے آتے تھے، کہنے والے کہتے: میں نے طواف سے پہلے سعی کرلی یا فلاں چیز مؤخر کردی یا فلاں چیز مقدم کردی، آپ ﷺ فرماتے: کوئی حرج نہیں"۔ (ابوداؤد)

حج کے مناسک واحکام کے سلسلے میں حجۃ الوداع دستور کی حیثیت رکھتا ہے جو حضور اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد ادا فرمایا تھا یہ امت کیلئے اسوۂ حسنہ ہے اور قیامت تک اہل ایمان اس نمونے پر اپنا فریضہ حج ادا کرتے رہیں گے اس سے حج کے علاوہ دین کی اہم ہدایات اور بنیادی تعلیمات بھی امت کو ملتی ہیں حدیث کی کتابوں میں اس کی تفصیلات بھری ہوئی ہیں، اس باب کی سب سے طویل حدیث حضرت جابر بن عبداللہؓ کی ہے اور وہی اس کتاب کا محور ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ ہم حج موسم میں اس اہم اور مفید عربی کتاب "ھکذا حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کو اب اردو میں سعودی ریسرچ اینڈ پبلشنگ کمپنی سے پیش کر رہے ہیں جو حج کی نعمت سے فیض یاب ہوجانے والوں اور حج کا ارادہ کرنے والوں بلکہ سارے مسلمانوں کیلئے نہایت بیش قیمت رہنمائی مہیا کرتی ہے اور حج کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی منشاء کے مطابق ہمارے حج کو ڈھالنے والے تمام بنیادی پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے۔

اس کتاب کے فاضل مصنف ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں وہ سعودی عرب کے جید عالم، یونیورسٹی میں جیالوجی کے ممتاز پروفیسر، عالم اسلام کی مشہور شخصیت، رابطہ عالم اسلامی، دعوت وتبلیغ سپریم کونسل اور انٹرنیشنل اسلامک ریلیف آرگنائزیشن کے رکن، افسانہ نگار، اسلام کے بہترین خدمتگار، محب رسول ﷺ، مقرر، اسکالر، کالم نگار اور قادر الکلام شخص ہیں اور اس سب سے پہلے وہ وزیر اطلاعات ونشریات بھی رہ چکے ہیں۔

موصوف کئی کتابوں کے مصنف ہیں ان کی تالیفات میں دو کتابوں "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج" اور "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے" کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ سعودی ریسرچ اینڈ پبلشنگ کمپنی کو الحمد اللہ یہ اعزاز حاصل ہورہا ہے کہ وہ ان دونوں تالیفات کو اردو کے قارئین کی خدمت میں پیش کررہی ہے۔ ان دونوں کتابوں کو اردو قالب میں فاضل مترجم محمد لیئق اللہ خان نے ڈھالا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کی طباعت کا کام ابھی جاری ہے توقع ہے کہ بہت جلد اسے بھی قارئین کی خدمت میں پیش کیا جاسکے گا۔

پیش نظر کتاب کی اصل خوبی یہ ہے کہ اس میں حجۃ الوداع اور اس کے یادگار خطبہ کا ذکر جمیل ہے۔ فاضل مصنف نے اس کتاب میں الوداعی خطبے کی آئینی تعلیمات کو ایک ترتیب کے ساتھ یکجا کردیا ہے جو مسلمانوں کو روزمرہ کی زندگی میں دینی رہنمائی دیتی ہیں اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کے آرزو مند مسلمانوں کو اسوہ حسنہ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نبی اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ناشر

ہشام علی حافظ

محمد علی حافظ

مقدمہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کا سرچشمہ ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کے قائد اور امام ہیں، معلم ہیں، رہنما ہیں، مینارۂ نور ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ آپ ہادی ہیں۔ اور اب قیامت تک آپ ﷺ کے سوا کسی دوسرے کی ہدایت پر چلنا انسانیت کے لئے حرام ہے۔

اللہ بڑا ہی بندہ نواز اور دست گیری کرنے والا آقا ہے۔

اے ہمارے مالک!

ساری تعریفیں تیرے لئے، ساری نعمتیں تیری طرف سے۔

رب کریم!

تیرے بے حد و حساب انعامات و احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ تو نے محض اپنے فضل سے ہمیں اسلام کی نعمت عطا فرمائی، پوری انسانیت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت فرمائی جو انسانیت کا خلاصہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تزکیۂ باطن کرنے والے مربّی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو مشعل راہ بنایا۔

ارشاد الہیٰ ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ أسوۃ حسنہ لمن کان یرجواللہ والیوم الاخروذکراللہ کثیرا"(1)

ترجمہ: (درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے)

ایک مسلمان کی حیثیت سے ہادی برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری حیات طیبہ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ آنجناب ﷺ نے اپنے قول و عمل سے ہمیں ایمان و عقائد بتائے، نمازو روزہ، حج و عمرہ، زکوٰۃ و خیرات، ذکر و دعا، محنت و جہاد، دعوت و تبلیغ تواضع و انکساری، حلم و بردباری، صبر و تحمل، عفو درگزر، سخاوت اور فیاضی، اہل خانہ، عزیزوں، دوستوں کیساتھ رہن سہن کے طرز سمیت زندگی کے ہر انفرادی واجتماعی معاملے میں اسوۂ حسنہ دیا۔

آپ کو حج کی سعادت نصیب ہورہی ہے۔ یہ اللہ کا بہت بڑا کرم ہے۔ یہ فریضہ آپ جسے ادا کرنے جارہے ہیں اسلام کے ان پانچ ارکان میں سے ایک رکن (ستون) ہے جن پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔

حج کی تیاری کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حج کریں۔ حج ادا کرنے کا طریقہ اس سے بہتر اور کوئی نہیں ہوسکتا جس طریقہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا فرمایا تھا۔ حج کی ادائیگی کا حق اسی طرح پورا ہوسکتا ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، کتاب الہیٰ کی اطاعت ہے، آپ ﷺ کی سیرت درحقیقت کتاب الہیٰ کی شرح ہے۔ خصور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن کی عملی تصویر ہے اور آیات قرآنی کا سچا نمونہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق ہمہ تن قرآن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرزندان اسلام کو تلقین کی ہے کہ وہ ہر مسئلے میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو مشعل راہ بنائیں۔ اسی لئے حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کے شیدائیوں کو ہر کام کا عملی نمونہ دیا۔ قول و فعل اور اخلاق و عبادات میں اسوۂ حسنہ دیا۔

---

(1) احزاب 21

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور اپنی طرح نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ ارشاد رسالت ہے:

صلوا کما رأیتمونی اصلی (1)

ترجمہ: (نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج کیا اور ارشادات و افعال سے بتایا کہ حج کیسے کریں۔ یہ حکم بھی دیا کہ ان کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق حج ادا کریں۔ ارشاد رسالت ہے: خذوا عنی مناسلکم (صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی) "مجھ سے حج کے مناسک واحکام سیکھو"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تاکید بھی فرمائی کہ جو لوگ حضور ﷺ سے حج کے احکام سن چکے اور دیکھ چکے ہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں ان تک پہنچادیں جو موجود نہیں ہیں۔ ارشاد رسالت ہے: نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فوعاها ثم أداها الی من لم یسمعها فرب حامل فقه الی من هو افقه منه (صحیح بخاری، ترمذی، ابن ماجہ) "ترو تازہ رکھے اللہ اس بندے کو جس نے میری بات سنی پھر اسے یاد رکھا اور اسے اس شخص تک پہنچایا جس نے اس کو نہیں سنا"

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض لوگ جن تک بات پہنچائی جائے وہ اپنے کانوں سے سننے والے سے زیادہ سمجھنے والے اور یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہی اس کتاب کی اشاعت کا محرک بنا ہے۔ اسی ارشاد رسالت کو مد نظر رکھ کر میرے دل میں حج سے متعلق یہ کتاب منظر عام پر لانے کا خیال پیدا ہوا۔ میں نے سعودی ریسرچ اینڈ پبلشنگ کمپنی سے شائع ہونے والے عربی جریدہ الشرق الاوسط کے لئے جس کا صدر دفتر لندن میں ہے، حج پر قسط وار مضامین قلم بند

(1) صحیح بخاری

کیے تھے۔ میرے مخاطب اسلام کا سرسری سا مطالعہ رکھنے لوگ تھے جو یہ جاننا چاہتے ہوں کہ ہمارے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کس طرح کیا تاکہ وہ حج کے احکام و مراسم اور آداب و اعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ادا کرسکیں کہ آپ ﷺ کے نقش قدم میں ان کے لئے حج کے ہر مسئلے میں واضح روشنی اور ہدایت موجود ہے۔ اس نصب العین کی خاطر میں نے قدیم ماخذ اور بنیادی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ اسے آسان، دلچسپ، سادہ اور عام فہم زبان میں پیش کرنے کے لئے خاصا وقت صرف کیا، میں نے قارئین کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کس طرح کیا تھا۔ اس کا مطالعہ کرکے آپ کو بخوبی اندازہ ہوسکے گا کہ حج کے سلسلے میں آپ کو کیا کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے۔ آپ اس ایمان افروز احساس سے سرشار ہونگے کہ اسلام کا یہ اہم ترین رکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر ادا کررہے ہیں۔

کاش! بارگاہِ الٰہی میں میرا یہ عمل سند قبول پاسکے اور اللہ رب العزت راضی ہوجائے (آمین)

خلوص نیت

سب سے پہلی اور اہم بات یہ ہے کہ آپ کا حج صرف اللہ کی رضا اور اجر آخرت کے لئے ہو۔ اس کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہ ہو۔ نیت پاک اور صاف ہو۔ حاجی کی سواری، لباس، کھانا پینا حلال کمائی سے ہو۔ ان باتوں اور کاموں سے دور رہے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کر رکھا ہے۔ حج کا ارادہ کرنے والا دنیوی جھمیلوں کو پس پشت ڈال دے، مفادات اور آسائشوں سے منہ موڑ لے، پاکیزہ اور نیک عزائم کے ساتھ اللہ کی راہ میں نکلے، خود کو اللہ سے قریب کر لے اور دنیا سے دور کر لے۔ سچے دل سے توبہ واستغفار کرے۔ گناہوں کی گندگی سے صاف ستھرا بنے۔ نفرت و تعصب، ظلم وزیادتی، بدعملی، بدخواہی اور بالقصد نافرمانی سے احتراز کرنے کا جذبہ پیدا کرے۔

حج کا اہتمام

اگر آپ کی تمنا ہے کہ آپ کا حج بہتر سے بہتر طریقہ سے ادا ہو تو اس کی بس ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حج کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی کا پورا پورا اہتمام کریں۔

حج کی تیاری کے سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ آپ حج کے ارکان واحکام و آداب اور حج کے عمومی مسائل سے زیادہ سے زیادہ واقف ہوں۔ اس کا اہتمام سفرِ حج سے پہلے اور سفر کے دوران برابر کرتے رہیئے تاکہ آپ کو حج کرنے میں زحمت نہ ہو۔ مکہ مکرمہ مسجد الحرام اور مدینہ منورہ مسجد نبوی شریف میں علمائے

کرام کی مجلسوں میں حاضر ہوئیے، وہ مختلف زبانوں میں درس دیتے ہیں۔ نہایت آسان زبان میں حج کا طریقہ سمجھاتے ہیں اور قرآن و سنت کی روشنی میں حج کے احکام و مسائل پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں۔ انشاءاللہ ان مجلسوں میں حاضری فائدہ مند ثابت ہوگی۔

حج کب فرض ہوا؟

اللہ تعالیٰ نے ذی استطاعت لوگوں پر سنہ 9ھ میں حج فرض کیا۔ راجح قول یہی ہے۔ شہرۂ آفاق عالم امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں حج کی فرضیت کا حکم سنہ 9ھ یا سنہ 10ھ میں نازل ہوا(1)

حجتہ الوداع

اس بارے میں تو علماء کا اختلاف ہے کہ حج کی فرضیت کا حکم کس سنہ میں آیا لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ حجتہ الوداع سنہ 10ھ میں ہوا۔ اس حج کو حجتہ الوداع کہا جاتا ہے (کیونکہ اس کے بعد پھر آنحضور صلی اللہ علیہ کی زندگی میں دوسرے حج کی نوبت نہیں آئی) یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج

(1) زادالمعاد

تھا۔ ایک حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے علاوہ ہجرت مبارکہ اور حج کی فرضیت کا حکم نازل ہونے سے قبل بھی دو حج کئے تھے (1) یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں، یہ الگ ایک مسئلہ ہے۔ ہمارا موضوع حجتہ الوداع ہے جس سے ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسک اور اس کا تفصیلی طریقہ معلوم ہوا۔

حج کا اعلان

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دسویں برس حج کا ارادہ فرمایا تو ہر طرف اس بات کی خاص اہتمام سے تشہیر کرائی کہ وہ حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر حج اور دین سیکھیں۔ قدرتی طور پر اس ندا پر سب سے پہلے لبیک کہنے والے اہل مدینہ اور مضافات کے لوگ تھے۔ کیونکہ ان ہی کو پہلے اطلاع ملی تھی۔ یہ

---

(1) یہ حدیث ترمذی ابن ماجہ اور دار قطنی میں مذکور ہے حدیث کے راوی معتبر ہیں۔ نہ جانے کیوں امام ترمذیؒ نے اسے غریب کہا ہے۔ (علم حدیث میں ان احادیث کو غریب کہتے ہیں جن کا سلسلۂ روایت منقطع ہو اور جن کی ابتداء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی سے نہیں بلکہ بعد کے زمانے کے کسی راوی سے ہوئی ہو۔ امام بخاریؒ نے اس حدیث سے متعلق سوال کے جواب میں فرمایا امام ثوریؒ کی احادیث کا جو ذخیرہ ان کے علم میں ہے ان میں سے یہ نہیں ہے۔ مترجم

لوگ حج کی نیت سے جمع ہوگئے۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں انہیں حج کے ارکان اور مسائل بتائے۔ مقصد یہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے دوران کوئی عمل کرتے ہوئے دیکھیں تو انہیں سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس طرح وہ سمجھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری پیروی کریں گے اور صحیح صحیح نقش قدم پر چلیں گے۔

24 ذی القعدہ سنہ 10ھ جمعرات (1) کو ظہر کی نماز مسجد میں ادا فرمائی۔ چار رکعت پڑھیں۔ نماز کے بعد عظیم الشان قافلہ ذوا الحلیفہ کے لئے روانہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جس کو اطلاع ہوتی گئی وہ تنہا یا کارواں بنا کر حاضر ہوتا گیا۔ دور و قریب کے مسلمان بے حد و حساب تعداد میں جمع ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی صحیح تعداد کوئی نہیں جانتا۔ وہ آسائشوں، نعمتوں، محبوب بستیوں، بال بچوں اور آرام و راحت کو پس پشت ڈال کر حاضر ہوئے تھے۔ وہ سفر حج کی مشقتوں کو ہنسی خوشی جھیلنے کے جذبہ سے کھنچے چلے آئے تھے۔ ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی دھن اور ولولہ سے پیدل بھی پہنچے تھے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی۔ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اللہ کے دربار میں حاضری کے جوش اور جذبے سے سرشار تھے۔ وہ اس امنگ سے نکلے تھے کہ غار حراء سے نکلنے والے فوارۂ نور سے اپنے دلوں میں ہدایت کے چراغ جلائیں گے۔ وہ فرشتوں کے ہالہ میں ہوں گے۔ یہ ولولہ ان کے دلوں میں موجزن تھا کہ اس سفر حیات میں وہ روشن پیشانی اور پاکیزہ کشادہ چہرہ کا دلکش دیدار کر کے بلندیوں کے لئے پرواز کرسکیں، وہ اس ولولے سے آئے تھے کہ جب بھی موقع ملے گا گردن اٹھا اٹھا کر خوبی دوراں اور بہار مسلسل کو جی بھر کر، سیر ہو کر دیکھیں گے اس ذوق و

---

(1) بعض روایات میں ہفتہ آیا ہے

شوق اور والہانہ شیفتگی کے ساتھ کاروان حجاز نے چلنا شروع کیا۔ مرکز نگاہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جاں نثار صحابہؓ ہیں۔ جدھر نظر جاتی ہے آدمی ہی آدمی نظر پڑتے ہیں۔ وارفتگان رسالت تاحد نظر پھیلے ہوئے ہیں۔ کسی بلند و بالامقام سے نیچے اترتے تو گھرے سمندر سے اٹھی ہوئی موج کے مانند لگتے ہیں۔ نشیبی جگہ سے پہاڑی پر چڑھتے تو قدموں تلے کی زمین دہلنے لگتی، صاف شفاف روشن ایسے گویا سورج ان کی ضیا افشاں پیشانیوں سے طلوع ہو رہا ہے۔ ہر طرف سے نبیٔ رحمت کو گھیرے ہوئے ہیں۔ دائیں جانب سے بھی پروانہ وار نچھاور ہو رہے ہیں، بائیں طرف سے بھی رحمت عالم کو دلنواز احاطے میں لئے ہوئے ہیں، اوپر نیچے ہر طرف، ہر سمت اور ہر جہت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔ ہر فرد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیوانہ بنا ہوا ہے۔ فرط محبت سے دل پھٹے جا رہے ہیں۔ اگر اذن ہوتا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گردن پر کیا پلکوں پر بٹھاتے۔ اگر امکان ہوتا تو وہ آنجناب ﷺ کے لئے باد بہاری بن جاتے اور سفر کی دشواریوں اور مشقتوں سے بے نیاز کر دیتے۔ وہ رب کریم کی اطاعت و خوشنودی، خلاق عالم کی غلامی و بندگی اور تقرب الٰہی کے لئے تمام اعمال بجا لانے کے لئے تیار تھے۔ وہ اپنی خوش نصیبی پر نازاں اور شکر گزار تھے کہ اللہ تبارک و تعالی نے انہیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں ادائیگی حج کی توفیق عطا فرمائی۔ اس طرح وہ اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کا سبق لیں گے۔ دین اور برکات دین حاصل کریں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیضیاب ہونگے۔ جو دعائے ابراہیمی کا ثمر ہیں۔ ارشاد الٰہی ہے: ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتک و یعلمھم الکتاب والحکمہ ویزکیھم (1)

البقرہ 129

ترجمہ: "اور اے رب ان لوگوں میں خود انہیں کی قوم سے ایک رسول اٹھائیو، جو انہیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے"

اللہ تعالیٰ نے ایک اور آیت میں حضور ﷺ کی رسالت کا مقصد ان الفاظ میں بیان کیا ہے: رسولایتلو علیکم آیات اللہ مبینات لیخرج الذین آمنوا و عملوا الصالحات من الظلمات الی النور (1)

ترجمہ: "ایک ایسا رسول جو تم لوگوں کو اللہ کی صاف صاف ہدایت دینے والی آیات سناتا ہے تاکہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حلال و حرام کی تعلیم دیتے ہیں، ارشاد قرآنی ہے: ویحل لھم الطیبات ویحرم علیھم الخبائث ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم (2)

ترجمہ: "ان کے لئے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے اور ان سے وہ بوجھ اتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے"

ارشاد خداوندی ہے: یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ویخرجھم من الظلمات الی النور باذنہ ویھدیھم الی صراط مستقیم (3)

ترجمہ: اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے انہیں اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان

---

(1) الطلاق 11, (2) الاعراف 157, (3) المائدہ 16

کی رہنمائی کرتا ہے"
خدایا! سردار محترم اور رسول معظم پر صلاۃ و سلام اور برکت نازل فرماتا رہ۔

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ نبی اکرم کے ہمراہ حج ادا کرنے کے لئے ہزارہا ہزار مسلمان نکلے، ہزاروں وہ بھی تھے جو بے پناہ شوق اور امنگ کے باوجود نہ نکل سکے۔ ان کے دلوں میں بھی پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و رفاقت میں حج کی ادائیگی کے جذبات موجزن تھے۔ وہ بھی بیت اللہ شریف کے دیدار کی تڑپ رکھتے تھے۔ دراصل بات یہ ہے کہ وہ مجبور تھے، حج کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔ اسی لئے حج ہر مسلمان پر نہیں بلکہ صرف ان لوگوں پر فرض کیا ہے جو حج کرنے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ ارشاد قرآنی ہے: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا(1)

ترجمہ: "اللہ کے واسطے بیت اللہ کا حج ان لوگوں پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتے ہوں"

یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے ساتھ سختی کرنا نہیں چاہتا بلکہ نرمی کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ جو لوگ کسی شرعی مجبوری کی وجہ سے کوئی رکن ادا کرنے سے معذور ہوں، ان کے عذر کا لحاظ رکھا ہے۔ اللہ معذور لوگوں کا مواخذہ نہیں کرتا۔

---

(1) آل عمران 100

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ میں مجاہدوں کو مخاطب کرکے فرمایا "مدینہ طیبہ کے کچھ لوگ تمہارے سفر کے دوران ہر مقام اور ہر منزل پر تمہارے ہمراہ رہے ہیں" صحابہؓ نے یہ سن کر دریافت کیا "اے رسول خدا! وہ مدینہ میں رہتے ہوئے ہمارے ساتھ کیونکر رہے ہیں؟" ارشاد فرمایا "جی ہاں! کیونکہ مجبوری نے انہیں سفر سے باز رکھا" ارشاد الٰہی بھی ہے: لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر أولی الضرر والجاھدون فی سبیل اللہ بأموالھم وانفسھم (1)

ترجمہ: "مسلمانوں میں وہ لوگ جو کسی معذوری کے بغیر گھر بیٹھے رہتے ہیں اور وہ جو اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرتے ہیں دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں حقیقی مجبوری کی وجہ سے جہاد پر نہ جانے والوں کو اس حکم سے مستثنیٰ کردیا ہے۔

غور کیجئے! اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے۔ وہ ایسا نہیں کرتا کہ بندہ ایک کام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ اس سے باز پرس کرے کہ تونے فلاں کام کیوں نہیں کیا یا ایک چیز سے بچنا اس کی قدرت سے باہر ہو اور اللہ اس پر مواخذہ کرے کہ تونے اس سے پرہیز کیوں نہ کیا۔

ارشاد الٰہی ہے: وما جعل علیکم فی الدین من حرج (2)

ترجمہ: "اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی"

ایک اور جگہ فرماتا ہے: لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا (3)

ترجمہ: "اللہ کسی متنفس پر اس کی قدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا"

---

(1) النساء 95, (2) الحج 78, (3) البقرہ 286

تیسری جگہ فرماتا ہے: الایعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر (1)
ترجمہ: "کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے"

حج کی استطاعت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر مسلمان پر حج فرض کیا ہے بشرطیکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین (2)

ترجمہ: "اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو (اس کے) گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ (اس کے) گھر کا حج کرے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہانوں سے بے نیاز ہے"

حج کی قدرت کون لوگ رکھتے ہیں؟

حج کی استطاعت رکھنے والے وہ لوگ شمار ہونگے

1۔ جو لوگ مکہ میں یا اس کے آس پاس نہ رہتے ہوں۔ ان کے پاس سواری یا اتنا سرمایہ ہونا شرط ہے کے وہ اپنے یہاں سے مکہ تک جا کر واپس آسکیں۔
2۔ اس کے پاس زادراہ ہو۔

---

(1) الملک 14, (2) آل عمران 97

3۔ جن راہوں سے گزر کر جانا ہو وہ پُرامن ہوں۔

4۔ تندرست اور صحت مند ہو۔

سفر حج کے دوران اپنی سواری ہونا ضروری نہیں۔ اگر کرایہ پر سواری مل گئی تو یہ بھی کافی ہے۔ سواری ایسی ہو جس میں شدید تکلیف نہ ہو۔ مستقل سواری کا ہونا ضروری نہیں۔

زادِراہ سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاس کھانے پینے کے مصارف، سرکاری محصول، معلمین کی فیس، مکان کا کرایہ، پہننے کے کپڑے اور دیگر ضروری اخراجات جو حاجیوں کو ادا کرنے پڑتے ہیں، سب ہوں۔ اس کے علاوہ اس کی غیر موجودگی میں اہل و عیال اور ان تمام افراد کے مصارف کا بھی بندوبست ہو جن کے خرچ کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ہے۔ اگر اس کے ذمہ کوئی قرض ہے تو حج پر روانہ ہونے سے پہلے یہ قرض ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

راستہ کے پُرامن ہونے کا مطلب یہ ہے کہ سفر حج کے دوران اس کی جان و مال اور آبرو کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو یعنی جن راہوں سے گزر کر جانا ہو وہ پُرامن ہوں عورت کے حج کے لئے شوہر یا محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔ (محرم وہ مرد ہوتا ہے جس سے کسی وقت بھی نکاح جائز نہ ہو، خواہ نسب کے اعتبار سے، خواہ دودھ کی شرکت کے اعتبار سے یا سسرالی رشتہ کے سبب) بعض علمائے اسلام نے معتبر خواتین کی رفاقت میں حج کی اجازت دی ہے۔

صحتمند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بدن میں اتنی طاقت ہو کہ حج کا سفر کرسکے اور احکام بجالاسکے۔ مثال کے طور پر نابینا پر اس وقت تک حج فرض نہیں جب تک اسے رہنمائی کرنے والا نہ مل جائے۔

حج بدل

حج کی ایک شکل یہ ہے کہ کسی پر حج فرض ہوا اور اس کو وقت بھی ملا مگر حج نہیں کرسکا اور بعد میں حج ادا کرنے کی قدرت نہ رہی۔ عاجز و معذور ہوگیا۔ مرگیا، گرفتار ہوگیا، ایسا مرض لاحق ہوگیا جس کے دور ہونے کی امید نہ ہو جیسے اندھاپن، لنگڑا ہونا، اتنا بوڑھا ہونا کہ سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ رہے تو اس پر دوسرے کسی شخص سے حج کرانا فرض ہے۔

اگر مرنے والے کا ترکہ ہے تو اس کے تہائی مال سے حج بدل کرانا ضروری ہے اور اگر ترکہ نہیں ہے یا تہائی مال میں اس کی گنجائش نہیں ہے تو وارث حج بدل کا پابند نہیں ہے۔

بوڑھے آدمی کا حج اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا اور نہ اس کی طرف سے حج بدل ہوسکتا ہے۔ الا یہ کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جس کے ذریعہ اس کی طرف سے حج بدل کرایا جاسکے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیرو کاروں کے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ انسانی مجبوریوں اور معذوریوں کو مدنظر رکھ کر دینوی بندشوں سے آزاد رکھا ہے اور ایسی بے جا قیود نہیں لگائیں جن سے انسان مذہب کے معاملے میں تنگی محسوس کرے۔ اسلام بڑا روادار، کھلا اور سہل پسند مذہب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنا مذہب اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: صبغتہ اللہ و من احسن من اللہ صبغہ و نحن لہ عابدون(1)

ترجمہ: "اللہ کا رنگ اختیار کرو، اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ

---

(1)البقرہ 138

ہو گا"

اللھم رضینابک ربا وبالاسلام دینا و بنبیک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیا و رسولا(2)

ترجمہ: "اے اللہ! تجھے اپنا پروردگار، اسلام کو مذہب اور تیرے نبی سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی اور پیغمبر کی حیثیت سے دل و جان سے اپنا چکے ہیں"

وأرنامناسکنا وتب علینا انک أنت التواب الرحیم(2)

ترجمہ: "اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے بتا اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے"

ذوالحلیفہ

آیئے ایکبار پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک سفر کا ذکر خیر کرتے ہیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عملی طور پر فریضۂ حج ادا کر کے دکھایا تاکہ امت کو ہمیشہ کے لئے معلوم ہوجائے کہ حج کس انداز سے ہونا چاہیئے اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا کیا طریقہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک قافلہ ذوالحلیفہ (ایک مقام کا نام جو مدینے سے مکہ کے راستے پر تقریباً دس کلومیٹر پر واقع ہے) پہنچا۔ یہاں لوگوں کو عصر کی نماز چار کے بجائے دو رکعت پڑھائی (اسے شرعی اصطلاح میں قصر کہتے

(2) البقرہ 128

ہیں۔ یہ اس تخفیف کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے مسافر کی نماز کے لئے مقرر فرمائی ہے۔ قرآن مجید اور حدیث دونوں میں مسافر کو چار رکعت والی نماز کو دو رکعت ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے) یہاں یہ امر توجہ طلب ہے کہ قصر نماز کا حکم سفر حج کے لئے مختص نہیں کیا گیا ہے بلکہ جب بھی کوئی شخص مقررہ مسافت کا سفر کرے گا، تو مسافر چار رکعت والی فرض نماز کی صرف دو رکعت ادا کرے گا۔ یہ سہولت رب العزت کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے بہترین عطیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جس طرح اپنے فرائض کی تعمیل محبوب ہے اسی طرح یہ بھی عزیز ہے کہ اس کے بخشے ہوئے عطیہ جات کو قبول کیا جائے۔

میقات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کو مدینہ منورہ کے لئے میقات مقرر فرمایا (میقات وہ شرعی مقامات کہلاتے ہیں جہاں سے حج یا عمرہ کرنے والوں کو حج یا عمرہ کرنے کے لئے احرام باندھنا ضروری ہوتا ہے)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ کو اہل مدینہ کا میقات مقرر کیا اور جحفہ کو اہل شام اور مصر کا اور ذات عرق کو اہل عراق کا اور قرن المنازل کو اہل نجد کا اور یلملم کو اہل یمن کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا "یہ مقامات خود ان کے رہنے والوں کے لئے میقات ہیں اور ان سب لوگوں کے لئے جو دوسرے علاقوں سے ان

مقامات پر ہوتے ہوئے آئیں، جن کا ارادہ حج یا عمرہ کا ہو(1)

یہ پانچوں مقامات معین اور متفق علیہ میقات ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقامات کو خود ان کے باشندوں کے لئے اور دوسرے تمام علاقوں کے ان لوگوں کے لئے میقات مقرر فرمایا جو حج یا عمرہ کے واسطے ان مقامات یا ان کے آس پاس یا آمنے سامنے سے گزریں۔ زیادہ واضح الفاظ میں آپ یوں سمجھ سکتے ہیں کہ جحفہ (یہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک بستی تھی جو اب موجود نہیں۔ اس وقت اس کے قریب ایک اور بستی ہے جسے رابغ کہتے ہیں) یہ مصر اور اہل شام کا بھی میقات ہے۔ اور اسپین، یونان اور دیار مغرب کے ان سارے باشندوں کا بھی میقات ہے جو ان ممالک کے بعد آباد ہوں۔

اسی طرح ذاتِ عرق کو لے لیجئے (یہ مکہ معظمہ سے شمال مشرق میں عراق جانے والے راستہ پر واقع ہے۔

مسافت مکہ معظمہ سے پچاس میل کے قریب ہے) یہ عراق، ایران اور شمال مشرق سے بغداد کے راستے آنے والوں کی میقات ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اس کی تفصیلات مذکور ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے آسانی پسند فرماتا ہے۔ قدرتی فیصلہ تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ذوالحلیفہ سے احرام باندھا تو سارے مسلمانان عالم کا میقات ذوالحلیفہ کو ہونا چاہیئے تھا کیونکہ آنجناب ﷺ کی پیروی فرض ہے لیکن ایسا نہیں کیا گیا بلکہ اسلام کے پیروکاروں کو زحمت سے بچایا گیا اور تکلیف میں مبتلا نہیں کیا گیا اور رحمت خاص کا معاملہ کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف جہتوں سے آنے والے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لئے کئی سمتوں

---

(1) صحیح بخاری و صحیح مسلم

میں یہ مقامات متعین کر دیئے ہیں جن سے احرام باندھا جاسکتا ہے۔

حاجی بھائیو! یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات واحسانات میں سے ایک ہے۔ حق تو یہ ہے کہ دنیا میں جہاں، جس چیز اور جس شکل میں کوئی حسن، کوئی کمال ہے، اس کا سر چشمہ اللہ ہی کی ذات ہے۔ بس وہی اس کا مستحق ہے کہ ہم اس کے شکر گزار اور نیاز مند بنیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ چیلنج بجا و برحق ہے کہ:

وان تعدوا نعمه الله لاتحصوها ان الانسان لظلوم کفار(1)

ترجمہ: "اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے"

خود ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ رب العزت سے سرگوشی ومناجات کرتے ہوئے اس بات کا اعتراف کیا ہے: لااحصی ثناء علیک أنت کما اثنیت علی نفسک"

ترجمہ: "میں تیری حمد وثناء کا احاطہ نہیں کر سکتا، تو ویسا ہے جیسا کہ تو نے خود کو بتایا ہے"

اعمال حج کا آغاز

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے رات ذوالحلیفہ میں گزاری اور حاضرین کو فجر کی نماز پڑھائی۔ سورج طلوع ہوا تو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے احرام باندھنے کی تیاری شروع کردی۔ حجامت بنوائی گئی، ناخن تراشے

(1) ابراہیم 34

گئے، بغل وغیرہ کی صفائی کی گئی، مونچھیں منڈوائی گئیں، خوب اچھی طرح غسل کیا گیا، میل کچیل اور ہر قسم کی گندگی سے جسم کی صفائی اور پاکیزگی کا پورا پورا اہتمام کیا گیا۔ بغل اور زیر ناف بال صاف کئے گئے۔

اسلام دراصل ستھرائی کا مذہب ہے۔ اسلام میں نفاست، پاکیزگی، طہارت وصفائی پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ بیشتر اسلامی عبادات کے لئے غسل یا وضو پر زور دیا گیا ہے۔

نماز کے لئے وضو ضروری ہے۔ حج اور جمعہ کے لئے غسل کی ہدایت کی گئی ہے۔ حج کا احرام باندھنے سے پہلے غسل کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ احرام کی کچھ پابندیاں بھی ہیں۔ مثلاً احرام کے بعد آپ حجامت نہیں بنواسکتے، جسم کے کسی حصے کا ایک بال بھی نہیں توڑ سکتے۔ اپنے جسم یا کپڑے کی جوں بھی نہیں مار سکتے، جو خواتین حیض یا نفاس کی حالت میں ہوں تو ان کے لئے بھی غسل مسنون ہے۔ اس کا ثبوت جابرؓ سے مروی حدیث سے ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ذوالحلیفہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ اسماء بنت عمیس (جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی تھیں) ان کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ (یعنی محمد بن ابی بکر) انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرایا کہ ایسی حالت میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اسی حالت میں احرام کے لئے غسل کریں اور جس طرح عورتیں ایسی حالت میں کپڑے کا لنگوٹ تیار کر کے استعمال کرتی ہیں اسی طرح استعمال کریں اور احرام باندھ لیں"

یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر عطر ملا۔ صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم نے بھی غسل کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کے بعد تہبند باندھا اور

چادر اوڑھی۔ صحابہؓ نے بھی سلے ہوئے کپڑوں سے خود کو آزاد کیا اور احرام پہنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر آپ ﷺ کی پوری پوری پیروی کی گئی۔ ہر ایک کی آرزو بلکہ کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو یہی بتایا ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی میں ہماری نجات ہے۔

احرام کا مطلب

احرام کے لفظی معنی حرام کرنے کے ہوتے ہیں۔ جب حاجی یا عمرہ کرنے والا حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت کر کے تلبیہ پڑھتا ہے تو اس پر چند حلال اور مباح چیزیں بھی احرام کی وجہ سے حرام ہوجاتی ہیں۔ اس لئے اس عمل کو احرام کہتے ہیں۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ محض احرام کے کپڑے پہن لینے سے احرام شروع نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ضروری ہے کہ آدمی حج یا عمرہ کی نیت کرے اور تلبیہ پڑھے کیونکہ حاجی احرام کی حالت میں جن دو چادروں کو استعمال کرتا ہے انہیں مجازاً احرام کہا جاتا ہے۔ حقیقت میں وہ احرام نہیں ہیں۔

احرام کی نیت

احرام پہننے کے بعد سنت یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھیں اور حج کی نیت کریں۔

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں: حج تمتع، حج افراد اور حج قران

حج تمتع

حج تمتع یہ ہے کہ انسان حج اور عمرہ دونوں کا ارادہ کرے۔ لیکن پہلے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کرکے احرام کھول دے اور پھر حج کے دنوں میں دوبارہ حج کا احرام باندھے۔ اس کی نیت یوں کرے: نویت العمرۃ واحرمت بھا اللہ عزوجل، لبیک اللھم بعمرۃ، لبیک

ترجمہ: "میں نے عمرہ کا ارادہ کرلیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ یا الٰہی میں عمرہ کے لئے حاضر ہوا ہوں یا اللہ میں حاضر ہوں"

حج افراد

حج افراد یہ ہے کہ انسان احرام باندھتے وقت صرف حج کرنے کی نیت

کرے اور کہے: نویت الحج، واحرمت بہ للہ عزوجل، لبیک اللھم بحج، لبیک

ترجمہ: "میں نے حج کا ارادہ کرلیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کیلئے حج کا احرام باندھ لیا۔ یاالٰہیٰ میں حج کے لئے حاضر ہوا ہوں" - "میں حاضر ہوں"

حجِ قران

حجِ قران یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرے اور کہے: نویت الحج والعمرۃ واحرمت بھما اللہ تعالی، لبیک اللھم بحج و عمرۃ، لبیک

ترجمہ: "میں نے حج اور عمرہ کا ارادہ کرلیا اور اللہ تعالیٰ کے لئے دونوں کا احرام باندھ لیا۔ یا الٰہیٰ میں حج اور عمرہ دونوں کے لئے حاضر ہوا ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھ کر اپنی قصواء اونٹی پر سوار ہوئے اور ذوالحلیفہ کی مسجد تشریف لے گئے۔ یہاں دو رکعت نماز ادا کی اور حج کی نیت فرمائی۔

حج کی یہ تینوں صورتیں درست ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ "ہم سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا جی چاہے وہ حج و عمرہ کا مشترک احرام باندھے اور دونوں کی نیت کرلے اور جو حج کرنا چاہتا ہے وہ صرف حج کی نیت کرلے اور جو عمرہ کی نیت کرنا چاہتا ہے تو وہ عمرہ کی نیت کرلے" حضرت عائشہ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتی ہیں کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حج کا احرام باندھا تھا (پھر عمرہ بھی شریک کرلیا تھا) ہم لوگوں میں سے کسی نے حج کا احرام باندھا، کسی نے حج اور عمرہ دونوں کا اور کسی نے صرف عمرہ کا احرام باندھا" حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں کہ "وہ ان لوگوں میں سے تھیں جنہوں نے عمرہ کی

نیت کی تھی"(1)

عالم دین علامہ ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تصنیف "المغنی" میں لکھتے ہیں "علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حج کی تینوں صورتیں صحیح ہیں۔ جونسی کا جی چاہے اس کا احرام باندھ لیں، درست ہوگا۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ ان تینوں صورتوں میں سے کون سی صورت افضل ہے؟

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ "حج افراد" کو افضل بتاتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج افراد کیا تھا۔ احناف "حج قران" کو افضل بتاتے ہیں(2) ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے ساتھ عمرہ بھی شامل کرلیا تھا۔

سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ حج کا افضل طریقہ "قران" ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ باقی دو صورتیں بھی درست ہیں۔ ان سے بھی فریضۂ حج ادا ہوجاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اونٹنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر قریب کے بلند میدان بیداء پر پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف آگے پیچھے دائیں بائیں حد نظر تک آدمی ہی آدمی تھے۔ کچھ سوار تھے اور کچھ پیدل۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم درمیان میں تھے۔ یہاں پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا: لبیک، اللھم لبیک، لبیک لاشریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ لک والملک، لاشریک لک

---

(1) صحیح بخاری و مسلم

(2) حنابلہ تمتع کو افضل بتاتے ہیں۔ فقہ السنہ: سید سابق 657 جلد 1

ترجمہ: "تیرے حضور حاضر ہوں اے اللہ! تیرے حضور حاضر ہوں، تیری پکار پر تیرے در پر حاضر ہوں، بے شک حمد و شکر کا مستحق تو ہی ہے۔ احسان و اکرام کرنا تیرا ہی حق ہے۔ اقتدار تیرا ہی ہے، تیرا کوئی شریک نہیں"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقائے سفر نے بھی بلند آواز سے تلبیہ بڑے ذوق و شوق کے عالم میں پڑھا۔ ایمان سے معمور دلوں کی گہرائی سے نکلنے والے ترانۂ زندگی نے سارے ماحول کو گرما دیا۔ ایمان افروز نغمہ نے شوق طلب کو تیز کر دیا بلکہ یوں کہئے کہ ایمانی جذبات و احساسات کا لاوا بھڑکا دیا۔

صحابۂ کرامؓ یہ نغمۂ جاں افزا، یہ نغمۂ توحید، یہ نغمہ شرک شکن، یہ ذکر مسلسل دل کی گہرائیوں سے کہہ کے گویا یہ آرزو کر رہے تھے کہ:

خدایا! ہم جسمانی میل کچیل اور ہر قسم کی گندگی سے پاک و صاف ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہو رہے ہیں۔ ساری مملکتوں کے شہنشاہ! تو ہماری روح، ہمارے اندرون اور قلب و نظر کو بھی پاک و صاف کر دے۔

حاجی بھائیو! ذرا دیکھئے اور اچھی طرح سوچئے! ان برگزیدہ ہستیوں نے وطن کا آرام و راحت اور پُرسکون رہائش چھوڑتے وقت اور خدمت گزار بیویوں اور جگر گوشوں سے رخصت ہوتے وقت کیا دعا کی تھی اور کس عزم و ارادہ سے کی تھی؟ انہوں نے کہا تھا:

اللھم أنت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل و المال والولد

ترجمہ: "اے اللہ! تو ہی رفیقِ سفر ہے، تو ہی ہمارے بعد گھر والوں کی خبر گیری کرنے والا ہے"

آپ بھی یہ دعا کیجئے!

یہ دعا انہوں نے اس جذبہ سے کی تھی کہ وہ آدم کی اولاد ہیں اور شیطان جو ان کا ازلی دشمن ہے اور جو ہر وقت ان کی گھات میں لگا رہتا ہے۔ وہ کاروبار،

حیات، جگر گوشوں اور سفر کی دشواریوں کیطرف متوجہ کر کے ان کی شیفتگی، قوت ارادی، یکسوئی، حاضری اور حضوری کو برباد نہ کردے، پائے استقامت میں لغزش نہ پیدا کردے، مالک کی حمد و ثناء اور مناجات میں خلل انداز نہ بن جائے۔

حج کے مقاصد

اللہ نے حج کا تقدس، پاکیزگی اور سادگی و صفائی قائم کرنے کے لئے حج کی روح اور اس کے مقاصد کے منافی امور سے منع کیا ہے: الحج أشهر معلومات فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج (1)

ترجمہ: "اہم حج کے (چند) مہینے معلوم ہیں، جو کوئی ان میں اپنے اوپر حج مقرر کرے تو پھر حج میں نہ کوئی فحش بات ہونے پائے اور نہ کوئی بے حکمی اور نہ کوئی جھگڑا"

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مقبول بارگاہ حج کا درس یہ کہہ کر دیا: من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدتہ أمہ (2)

ترجمہ: جس کسی نے خالص اللہ کے لئے حج کیا اور دوران حج نہ بری بات زبان سے نکالی نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا کہ اس وقت تھا جب وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا"

اسی لئے صحابہ کرامؓ نے پہلے سے کہیں زیادہ پختہ عزم کے ساتھ برائیوں سے بچنے، گناہوں سے دور رہنے، لڑائی جھگڑے سے گریز کرنے اور زیادہ سے زیادہ

(1) سورہ حج 27, (2) صحیح بخاری و مسلم

نیکیاں کرنے اور عملی اسلامی زندگی گزارنے کا تہیہ کرلیا تاکہ سفر حج سے واپس لوٹیں تو گناہوں سے ایسے پاک ہوجائیں جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوکر آرہے ہیں۔

حج بندگان خدا کے درمیان "امت مسلمہ" کے اتحاد و یگانگت کی لہر پیدا کرتا ہے۔ حج یہ پیغام دیتا ہے کہ سارے مسلمان وہ کسی بھی قوم یا کسی بھی ملک کے ہوں، ایک ہیں۔

حج یہ بتاتا ہے کہ خانۂ کعبہ کا طواف کرنے والے، اعتکاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے والے اور اس کے حضور سجدہ ریز ہونے والے آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یہ ایمانی احساس دنیا کے گوشے گوشے سے آنے والے امت مسلمہ کے افراد کے دلوں میں محبت کے سوتے جگاتا ہے اور تعلق باہمی کے دیئے روشن کرتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقائے قافلہ اپنے پروردگار و آقا کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے والہانہ آگے بڑھ رہے تھے۔ سارے کے سارے توحید کا یہ ذکر کررہے تھے "حاضر ہوں! اے اللہ! میں حاضر ہوں، حاضر ہوں (تیرے دربار میں) میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ یقیناً حمد (شکر و ثناء) تیرے ہی لئے ہے۔ سب نعمتیں تیری ہی ہیں اور اقتدار و فرمانروائی بھی تیرے ہی لئے ہے۔ اس میں تیرا کوئی شریک نہیں۔ تیرے دربار میں ننگے پیر، ننگے سر حاضر ہوں۔ اس یقین سے حاضر ہوں کہ تیرے سوا انسان کا اور اس پوری کائنات کا کوئی خالق و پروردگار ہے نہ مالک و مدبر اور نہ حاکم و فرماں روا، نفع و نقصان، خوش حالی و بدحالی، مرض اور تندرستی، زندگی اور موت تمام تر تیرے ہی دست قدرت میں ہیں۔ تیرے سوا نہ کوئی حاجت روا و مشکل کشا ہے نہ دعاؤں کو سننے والا اور

مرادوں کو پورا کرنے والا- تیرے فیصلوں کو کوئی بدلنے والا ہے اور نہ تیرے حکم کو کوئی رد کرنے والا- تو نہ چاہے اور سارا جہاں چاہے، کچھ نہیں ہوسکتا- تو چاہے اور سارا عالم نہ چاہے، کوئی روک نہیں سکتا- غیر اللہ کو پکارنے والے، غیر اللہ سے مدد چاہنے والے اور غیر اللہ کی نذرو نیاز کرنے والے ناکام و نامراد ہوں گے"

حاجی بھائیو! آپ بھی اسی امنگ، اسی اصلاح کے جذبے اور اسی پاکیزہ عزم سے حج کیجئے- اسی ایک ہستی کے آگے سر جھکایئے، اسی سے دعائیں مانگیئے، اسی سے حاجتیں اور مرادیں طلب کیجئے-

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلۂ حج کو دیکھنے والا ایسا محسوس کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ساتھیوں کا مطمح نظر اللہ کی اطاعت و تابعداری ہے- انہوں نے سلے ہوئے کپڑے اتار کر گویا تابعداری کا خلعت زیب تن کرلیا ہے- اپنے دل و دماغ اور زندگی کو غیر اللہ کی تابعداری کے ہر شائبہ اور غیر اللہ کی فرماں برداری کی ہر آلودگی سے اسی طرح علیحدہ کردیا ہے جیسا کہ بدن سے سلے ہوئے کپڑے جدا کردیئے ہیں- ان قدسی نفوس کے احرام کی سفیدی ان کے پاکیزہ دلوں کا عکس جمیل بنی ہوئی ہے- ان کا منظر زبان حال سے گویا کہہ رہا ہے یہ نومولود بچوں کی طرح ہیں جو ابھی پیدا ہوئے ہیں- کسی گناہ سے ان کے بدن آلودہ ہیں اور نہ کسی معصیت سے ناپاک- اگر خدانخواستہ ان سے کوئی غلطی یا گناہ سرزد ہوا بھی ہے تو وہ بھی خشوع و خضوع سے دھل گیا ہوگا- انہوں نے اسی شعور و احساس اور اسی اہتمام و تیاری سے غسل کرکے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بلکہ اللہ رب العزت کی نداء پر لبیک کی صدا لگائی تھی- مقبول بارگاہ حج کے بعد تو خوش قسمت انسانوں کو دربار الٰہی سے گناہوں سے پاک و صاف ہونے کا تحفہ ملنا یوں بھی مقدر ہوچکا ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہی بتایا

ہے کہ "جس کسی نے خالص اللہ کے لئے حج کیا اور اس حج میں اس نے نہ کوئی بری بات زبان سے نکالی نہ کوئی گناہ کا کام کیا تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا کہ وہ اس دن تھا جبکہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا"

"لبیک، اللھم لبیک" کی پُرجوش صداؤں سے پورا ماحول گونج رہا تھا۔ اللہ کی محبت سے ہر ایک کا دل سرشار ہو رہا تھا۔ سب کے سروں میں حاضری کا سودا سمایا ہوا تھا۔ وہ اس یقین کے ساتھ لہک لہک کر ترانۂ بندگی پڑھ رہے تھے کہ فرشتے عالم بالا سے اتر کر نغمۂ جانفزا سن رہے ہونگے۔ ہر ایک، دوسرے پر سبقت لے جانے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ ذوق و شوق سے اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے تلبیہ پڑھ کر آسمانی رجسٹر میں اپنی حاضری کا اندراج کرا رہا تھا۔ پاکیزہ قول و عمل، کسی واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (1)

ترجمہ: "اس کے یہاں جو چیز اوپر چڑھتی ہے وہ صرف پاکیزہ قول ہے اور عمل صالح اس کو اوپر چڑھاتا ہے"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قاعدہ بنادیا ہے کہ جو بات سچی ہو پاکیزہ ہو اور عمل اس کے مطابق ہو وہ خودکار سسٹم کے تحت اس کے حضور از خود پہنچ جاتی ہے۔ اس کا اندراج کرانے والے قیامت کے روز اس پر فخر و ناز کریں گے اور کتاب الٰہی کے مطابق وہ اتراہٹ کے عالم میں کہیں گے: ھاؤم اقرء وا کتابیہ (2)

ترجمہ: "لو دیکھو پڑھو میرا نامۂ اعمال"

قدسی نفوس صحابہؓ کا قافلۂ حج چلتا رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے اسی صدائے غلغلہ انگیز کی آواز باز گشت آتی تھی اور

---

(1) فاطر 10، (2) الحاقہ 19

تمام دشت و جبل گونج اٹھتے تھے۔

ابواء

مبارک قافلہ ابواء کے مقام سے گزرا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہمارے پیارے آقا کی والدہ مدفون ہیں۔ یہ ایک گاؤں ہے جو جحفہ سے 23 میل پر واقع ہے۔ وہ مدینہ منورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنو نجار کے ننھالی رشتہ داروں سے ملا کر مکہ مکرمہ واپس ہو رہی تھیں کہ رحلت فرما گئیں۔ والد ماجد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دادا عبد المطلب اور ان کی وفات کے بعد چچا ابو طالب کی کفالت میں رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ روز ازل میں یہ طے کر چکا تھا کہ وہی اپنے پیغمبر کی تربیت کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اَدَّبنی ربی فاَحسن تادیبی

ترجمہ: "مجھے میرے رب نے ادب اور سلیقہ سکھایا اور میری بہترین تربیت فرمائی"

عسفان

قافلہ ابواء سے ہوتے ہوئے وادیٔ عسفان پہنچا۔ یہ وہ مقام ہے جسے محسن اعظم ﷺ کی گزرگاہ ہونے کا اعزاز تو حاصل ہے ہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یہ حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کی پابوسی کا شرف بھی پا چکا ہے۔ اللہ کے یہ دونوں مقرب بندے یہاں سے خانہ کعبہ کی زیارت اور حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سفر کرتے ہوئے گزرے تھے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ شہر مقدس کا سفر، پاکیزہ ہستیوں کی یاد تازہ کرتا ہے۔ یہاں کا چپہ چپہ اپنے دامن میں ایثار و قربانی، تابعداری و اطاعت شعاری اور کلمۂ حق کی سر بلندی کی بے شمار داستانیں اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہے۔ خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے: فیہ آیات

بینات مقام ابراہیم (1)

ترجمہ: "اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں (حضرت) ابراہیم کا مقام عبادت ہے"

حج کا درس

حضرت ابراہیم علیہ السلام "مسلم" تھے وہ اپنے آپ کو اور اپنی پوری زندگی کو اللہ کی بندگی اور تابعداری میں دے چکے تھے۔ وہ اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی کرنے کو بھی تیار ہوگئے تھے۔ اکلوتا بیٹا بھی کیسا؟ جوان کا جگر گوشہ تھا۔ جو ان کی آنکھوں کا تارہ تھا۔ جو انہیں بڑھاپے میں مانگنے پر عطا ہوا تھا۔ وہ اپنے اس بیٹے کو اللہ کی راہ میں خوشی خوشی قربان کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے۔ خواب میں حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کردیں سو انہوں نے حکم الہٰی کے آگے سر تسلیم خم کرکے بیٹے کو ماتھے کے بل گرا دیا۔ بیٹے کے گلے پر چھری رکھنا گویا اپنے قلب جگر کو لہو لہو کرنا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارمانوں سے مانگے ہوئے بیٹے کو رضائے الہٰی پر قربان کردینے کا منظر دیکھ کر اپنے بندۂ "مسلم" کو پکارا: اَن یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین، ان ھذا لھو البلاء المبین، وفدینٰہ بذبح عظیم، وترکنا علیہ فی الآخرین، سلام علی ابراھیم (2)

ترجمہ: "اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کردکھایا، ہم نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزاء دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک کھلی آزمائش تھی اور ہم نے ایک بڑی قربانی

---

(1) آل عمران 97, (2) سورۃ صافاۃ 104 تا 109

فدیے میں دے کر اس بچے کو چھڑا لیا اور اس کی تعریف و توصیف ہمیشہ کے لئے بعد کی نسلوں میں چھوڑ دی۔ سلام ہے ابرہیم پر"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان

وادیٔ عسفان سے برگزیدہ ہستیوں کا مبارک قافلہ گزرے اور انہیں ان دونوں نبیوں کی یاد، بار بار نہ آئے، چشم تصور سے اس عظیم قربانی کا نقشہ نظروں کے سامنے پھر نہ جائے جب بابائے انبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے محبوب بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا اشارہ دے کر آزمایا گیا۔ باپ اور بیٹے کی طرف سے حکم الہیٰ کے آگے سر جھکا دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرح سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیے کے طور پر جنت کا ایک مینڈھا بھیجا گیا۔ اس قصہ کو یادگار بنا دیا گیا، آنے والی نسلوں میں سیدنا ابراہیم کو سچا نامور بنا دیا گیا۔ ان سے ایسا کام لیا گیا جس سے بعد کی نسلیں انہیں رہتی دنیا تک خیر کے ساتھ یاد کرتی رہیں گی اور عظیم قربانی کی بدولت ان کی زندگی روشنی کا مینارہ بنی رہے گی۔ آنے والی نسلیں ان دونوں نبیوں کی حق کے لئے یکسوئی، اللہ کی بندگی و تابعداری اور سپردگی و حوالگی کو عزت و احترام کے ساتھ ہمیشہ یاد رکھیں گی۔ سیدنا ابراہیم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔

اس عظیم قربانی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس سے حاجیوں اور دیگر فرزندان اسلام کے اندر شکر اور احسانمندی کا جذبہ، اس کے حکم پر بے چون و چرا مشکلات جھیلنے کا عزم، اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنی غلطیوں پر شرمسار اور توبہ

طلبی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ بجا طور پر ذہنوں میں یہ بات آتی ہے کہ ہمیں اپنے لخت جگر کو قربان کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ ہمیں اس سے کم بلکہ بہت کم کے لیے کہا گیا۔ آسان ترین حکم بجا لانے کے لیے کہا گیا۔ پھر بھی کچھ نہ کیا جاسکا۔ بلکہ گناہ پر گناہ، معصیت پر معصیت اور خطا پر خطا کرتے چلے گئے۔ مزید برآں اللہ کی بے پایاں نوازش بھی دیکھئے کہ اگر گنہگار، سیہ کار، خطاکار پرانی زندگی پر نادم ہو کر، رو کر گڑگڑا کر اللہ سے معافی مانگتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں تو انہیں نامراد نہیں کرتا۔ انہیں اپنے در سے بھگاتا نہیں بلکہ انہیں اپنے قریب کرلیتا ہے۔ معافی کا پروانہ جاری کردیتا ہے۔ ارشاد قرآنی ہے: الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفو عن السیئات و یعلم ماتفعلون، و یستجیب للذین آمنوا و عملوا الصالحات و یزیدھم من فضلہ(1)

ترجمہ: "وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر فرماتا ہے۔ حالانکہ تم لوگوں کے تمام افعال کا اسے علم ہے۔ وہ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کی دعا قبول کرتا ہے اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ دیتا ہے"

اللہ تعالیٰ نے اپنی اس رحمت کو سورۂ النحل میں یہ کہہ کر جتایا: ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظھرھا من دابہ(2)

ترجمہ: "اگر کہیں اللہ لوگوں کو ان کی زیادتی پر فوراً ہی پکڑ لیا کرتا تو روئے زمین پر کسی متنفس کو نہ چھوڑتا"

کاروان حجاز کے مسافروں کے دلوں میں ارض حرم کا رخ کرتے ہوئے اس طرح کی سیکڑوں یادیں اور خیالات نہ بھریں کیسے ممکن ہے!

---

(1) الشوریٰ 25۔ 26, (2) النحل 61

اس طرح کی یادیں محسن آقا کی رضا جوئی، سیدنا ابراہیم والی سپردگی و تابعداری اور سیدنا اسماعیل کی یکسوئی و بندگی اپنانے کا جذبہ موجزن کردیتی ہیں۔

خواتین کے لئے حج کی سہولت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین تھے۔ آپ ﷺ کی لائی شریعت کا مزاج تنگی و سختی کا نہیں ہے بلکہ سہولت و وسعت کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں سے گزرتے مسرت اور خوشی کے سوتے جگادیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آتے تو تنگی کو آسانی، غمی کو خوشی اور سختی کو فراخی میں بدل دیتے۔ گویا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسائل کا حل تھے۔ خواتین اس آفت میں پڑسکتی تھیں کہ اگر حج کے دوران وہ "ماہانہ" تکلیف میں مبتلا ہوجائیں توحج کی عظیم سعادت سے محروم ہوجائیں جو حاصل زندگی ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کی شان رحمت کا مظہر تھے، اس کا حل یہ بتایا کہ ایسی حالت پیش آجائے تو خواتین وہ سارے عمل کریں جو حاجی کو کرنے ہوتے ہیں۔ البتہ بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کریں جب تک کہ پاک صاف نہ ہوجائیں یہ حکم اس وقت سامنے آیا جب قافلہ شدہ شدہ مکہ مکرمہ سے ایک منزل دور مقام سرف پر پہنچا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ منورہ سے چلے، مقام سرف پر پہنچے تو میرے دن شروع ہوگئے جو عورتوں کو ہر مہینے آتے ہیں۔ رسول اللہ (خیمہ میں) تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

دیکھا کہ میں بیٹھی رو رہی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید تمہارے ماہانہ دن شروع ہوگئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں یہی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم وہ سارے عمل کرتی رہو جو حاجیوں کو کرنے ہوتے ہیں۔ سوائے اس کے بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہ کرو جب تک اس سے پاک صاف نہ ہوجاؤ"(1)

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب
(اقبال)

لاکھوں درود آپ ﷺ پر، لاکھوں سلام آپ ﷺ پر
خلق خدا کے راہ بر صلی علی محمد
(ساغر)

(1) صحیح بخاری و مسلم

خواتین کے لئے عمرہ کی آسانی

حضرت عائشہؓ نے عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم کا فرمان تھا کہ جن لوگوں کے ساتھ قربانی کا جانور ہو تو وہ حج کے ساتھ عمرہ کا بھی احرام باندھیں اور اس وقت تک احرام نہ کھولیں جب تک دونوں کام سے فارغ نہ ہوجائیں اور جو لوگ قربانی کا جانور ساتھ نہ لائے ہوں انہیں احرام کھولنے کا حکم دیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "جو قربانی کا جانور ساتھ نہیں لائے تھے انہوں نے احرام کھول ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں نے بھی احرام کھول ڈالا۔ وہ بھی قربانی (کا جانور) ساتھ نہیں لائیں تھیں۔ مجھ کو حیض آگیا تھا اس لئے میں نے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا۔ میں نے یہ شکوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ حج کے دن آپہنچے ہیں، میں ابھی عمرے سے فارغ نہیں ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سر کھول کے کنگھی کرو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرے کو رہنے دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب ہم حج پورا کر چکے تو آنحضرت صلی اللہ علی وسلم نے عبدالرحمن بن ابی بکر کو میرے ساتھ تنعیم بھیجا، میں نے وہاں سے عمرہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عمرہ اس عمرے کا بدل ہے(1)

دوسرا مسئلہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کا پیش آیا۔ جو حضرت زبیر بن عوامؓ کی اہلیہ تھیں۔ فرماتی ہیں(2) کہ ہم سب (حجتہ الوداع کے موقع پر) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج پر روانہ ہوئے، آنجناب ﷺ نے فرمایا: جو لوگ قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں وہ حج سے پہلے احرام نہ کھولیں، البتہ جو جانور ساتھ

(1) صحیح بخاری، (2) صحیح مسلم

نہیں لائے وہ حلال ہوجائیں۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں چونکہ میں قربانی کا جانور نہیں لائی تھی اس لئے میں نے احرام کھول دیا اور حضرت زبیر نے نہیں کھولا کیونکہ وہ قربانی کا جانور ساتھ لائے تھے۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ میں کپڑے بدل کر حضرت زبیرؓ کے پاس جاکر بیٹھی تو انہوں نے اس پر ناگواری کا اظہار کیا اور کہا، یہاں سے چلی جاؤ۔ میں نے کہا کیا مجھ سے خطرہ محسوس کررہے ہو؟

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اسماءؓ ان دنوں ماہانہ تکلیف کی حالت میں نہیں تھیں۔ چنانچہ انہوں نے عمرہ ادا کیا اور پھر حج کا احرام باندھ کر حج کیا۔

وادی طویٰ

ہمارے آقا کا قافلہ وادی طویٰ پہنچا۔ یہاں اتوار 4 ذی الحجہ کی رات کو قیام فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلبیہ پڑھنا بند کیا تو صحابہؓ نے بھی تلبیہ پڑھنا بند کردیا۔ صحابہؓ کو فجر کی نماز پڑھائی۔ اب ہر ایک کی تمنا تھی کہ جلد از جلد مکہ پہنچ جائے۔ لوگوں کا اضطراب اور دھڑکنیں بڑھنے لگی تھیں۔ فطری سی بات تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو انسانوں کا مرکز و مرجع اور جائے امن بنایا ہے۔ اسے دنیا کے تمام مقامات سے افضل و برتر ہونے کا اعزاز بخشا ہے۔ البتہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جسم سے ملا ہوا زمین کا ٹکڑا اس سے مستثنیٰ ہے کہ ساری امت اسے دنیا کا سب سے اچھا حصہ تسلیم کرتی ہے۔ بیت اللہ شریف کی زیارت اور اس کے گرد دیوانہ وار طواف کی لگن اور بے تابی تیز ہورہی ہے۔ بقول شاعر.............

تیرا جب سامنا ہوگا، تڑپ اٹھے گا میرا دل
میری آنکھوں سے اشک غم مسلسل بہ رہا ہوگا

وہ دین حق کہ جس کا تو ہی مرکز سب سے پہلا ہے
نثار اس دین پہ میرا سراپا ہو رہا ہوگا

(عروج قادری)

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اقتداء میں سارے صحابہؓ نے غسل کیا۔ پوری جمعیت کو لیکر چاشت کے وقت بالائے شہر سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تاکہ اہل شہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کر سکیں۔

مکہ مکرمہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم باب بنی شیبہ پر پہنچے اور جب بیت اللہ پر نظر پڑی تو آپ نے تکبیر کہی اور یہ دعا پڑھی: اللھم أنت السلام فحینا ربنا بالسلام، اللھم زدھذا البیت تشریفاو تعظیما، وتکریما، ومھابتہ، وزدمن حجہ اواعتمرہ تکریماو تشریفاو تعظیماو برا

ترجمہ: اے اللہ! آپ ہی سلامتی والے ہیں، آپ ہی کی طرف سے سلامتی ملتی ہے۔ پس اے رب! ہمیں سلامتی کے ساتھ زندہ رکھ۔ اے اللہ! اس گھر کی شرافت و عظمت اور توقیر وہیبت میں اضافہ فرما! اور جو اس کا حج یا عمرہ کریں ان کے ذریعہ بھی اس کی توقیر وعزت، عظمت و شرف بڑھا۔

خانۂ کعبہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد والے حصے میں داخل ہونے کے بعد سیدھے بیت اللہ کی طرف تشریف لے گئے تاکہ خانہ کعبہ کا طواف کرکے تحیتہ المسجد ادا کریں۔ مسلمان جب کسی کے گھر جاتے ہیں تو ایک دوسرے کو سلام

کرتے ہیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہیں تو دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں یہی مسجد کا سلام ہے جسے تحیۃ المسجد کہا جاتا ہے جبکہ مسجد الحرام کا سلام خانہ کعبہ کا طواف ہے۔

مسجد الحرام کا مطلب ہے حرمت والی مسجد۔ یہ دنیا کی تمام مساجد میں افضل ہے۔ یہ اللہ کے گھروں میں سے ایک گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان گھروں کی تعظیم و تکریم اور ان میں اپنے ذکر کا حکم دیا ہے۔ یہ کعبہ کی مسجد ہے کہ اسی پاک مسجد کے صحن میں خانہ کعبہ واقع ہے۔ یہ اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا جانے والا پہلا گھر ہے۔ یہ صدیوں سے حرم کے وسط میں خاموش کھڑا ہے۔ ہر زمانے کے پاکبازوں، نیکوکاروں، اتقیاء اور صلحاء نے اس کا طواف کیا ہے۔ بابائے انسانیت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک اللہ کے دیندار بندے اور فرشتے اس پُرجلال، پُرعظمت اور پُرہیئت گھر کا طواف کررہے ہیں۔ مشرک بھی اس کی عظمت وہیبت پر یقین رکھتے رہے ہیں۔

اسلام کا یہ وہ مقدس، مقام ہے جس کی شان میں ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم قصیدہ سرا ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ واپسی پر کعبہ کی طرف رخ کرکے فرمایا تھا "تو سارے جہاں سے افضل ہے، تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر تیرے فرزند مجھ کو رہنے دیتے تو میں یہاں سے کبھی نہ نکلتا"

مکہ معظمہ کو یہ مقام و مرتبہ خانہ کعبہ کی وجہ سے نصیب ہوا ہے۔ اسی لئے اللہ نے تعالیٰ قرآن پاک میں اس کی قسم بھی کھائی ہے۔ سورۃ البلد کی پہلی آیت میں کہا گیا ہے: لااقسم بھذا البلد

ترجمہ: نہیں، میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی (یعنی شہر مکہ کی)

طواف کعبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام تشریف لائے تو حجر اسود کے سامنے

کھڑے ہوئے۔ پورا حجر اسود دائیں جانب اور خانہ کعبہ بائیں جانب ہوگیا۔ تکبیر کہی، سب سے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ حجر اسود کو یہ عظمت و شرافت اللہ نے بخشی ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چوما۔ ارشاد الہیٰ ہے: ومن یعظم حرمات اللہ فھو خیرلہ عندربہ (1)

ترجمہ: "اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لئے بہتر ہے"

دوسری آیت میں ہے: ومن یعظم شعائراللہ فانھامن تقویٰ القلوب (2)

ترجمہ: اور جو اللہ کے مقرر کردہ شعائر (یعنی خدا پرستی کی علامات) کا احترام کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالا (3) صحابہ کرامؓ نے بھی ایسا ہی کیا۔ طواف شروع کیا۔ پہلے تین چکروں میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر قدرے تیزی سے چلے (4) باقی چار چکر عام رفتار سے کئے۔ علمائے اسلام بتاتے ہیں کہ طواف کے دوران احرام کی اوپر والی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالکر اور پہلے تین چکروں میں اکڑ کر شانہ ہلا کر چلنے کا حکم دشمنان اسلام کو اپنی قوت سے مرعوب کرنے کے لئے اس وقت دیا گیا تھا (5) جب وہ

---

(1) الحج 30، (2) الحج 32، (3) اسے اضطباع کہتے ہیں، (4) اسے رَمَل کہتے ہیں

(5) صلح حدیبیہ کے مطابق ایک برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ عمرہ ادا کرنے آئے تو اہل مکہ نے خیال ظاہر کیا کہ مسلمانوں کو مدینہ کی آب وہوا نے کمزور کردیا ہے۔ اس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑتے ہوئے چلیں۔ عربی زبان میں اس کو رمل کہتے ہیں۔ مترجم

دارالندوہ میں جمع ہوا کرتے تھے اور مسلمانوں کو طواف کرتے ہوئے دیکھا کرتے تھے۔ مکہ فتح ہونے پر یہ وجہ تو ختم ہو گئی لیکن آج تک یہ سنت باقی ہے کہ ایسے طواف میں اضطباع کیا جائے اور اس کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا جائے جس کے بعد صفا اور مروہ کی سعی کرنا ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے: خذوا عني مناسككم

ترجمہ: مجھ سے اپنے شعائر سیکھو

حجر اسود کا بوسہ

طواف کے ہر چکر میں "استلام" سنت ہے۔ استلام حجر اسود کو چومنا ہے اور خانہ کعبہ کے جنوب مغربی کونے کو جسے "رکن یمانی" کہا جاتا ہے، چھونا ہے۔ اگر لوگوں کی کثرت کے باعث حجر اسود کو چوما نہ جاسکے تو ہاتھ سے حجر اسود کو چھو کر اس ہاتھ کو چوم لیا جائے۔ لیکن اگر ایسا کرنا بھی دشوار ہو تو چھڑی، لکڑی یا کسی اور چیز سے حجر اسود کو چھوا جائے اور پھر اس چیز کو چوم لیا جائے اور اگر ہجوم زیادہ ہو تو ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اس طرف کر کے اور ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ہاتھوں کو چوم لیا جائے۔ مزاحمت اور دھکم پیل سے گریز کیا جائے۔ ہمارے آقا کی سنت یہی ہے۔ سردار دو عالم کی اقتداء ہی میں ہماری نجات ہے۔ بعض حاجی حضرات حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس طرح وہ حجر اسود کو بوسہ دینے کا ثواب پانے کے بجائے گناہ زیادہ کما لیتے ہیں۔ اور اجر و ثواب گنوا دیتے ہیں۔ ایک آدمی جان بوجھ کر کمزوروں کو دھکا دے اور سختی سے پیش آئے، اوپر سے یہ سمجھے کہ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جائے گا وہ اس طرح اللہ تعالیٰ سے کیسے قریب ہو سکتا ہے جبکہ وہ اللہ کے بندوں بلکہ اس کے مہمانوں کو اذیت پہنچا رہا ہے۔ حالانکہ ان کی تعظیم و تکریم کے لیے کہا گیا

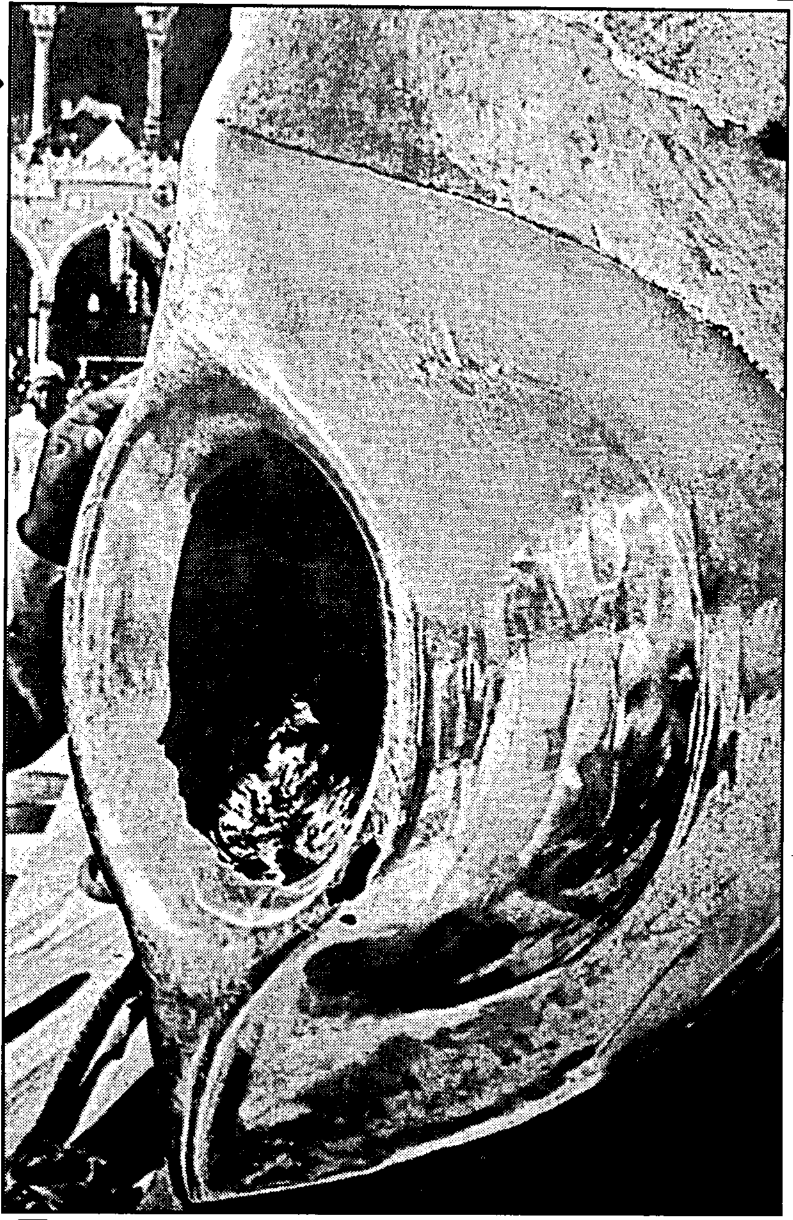

حجراسود

ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہمارے محبوب آقا نے سیدنا عمر بن خطابؓ کو حجر اسود کا بوسہ دینے کے لئے حاجیوں کو دھکا دینے سے منع فرمایا تھا۔ ایسا کرنے سے حج کا تقدس پامال ہوتا ہے اور اس کا اجر و ثواب کم ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر معاملے میں نرمی محبوب ہے۔ اسے نرم خو بندوں سے محبت ہے۔

حاجی بھائی اس حقیقت کو پیش نظر رکھیں کہ ہر عبادت کا ایک جسم ہے اور ایک اس کی روح ہے۔ حج کے اعمال مثلاً طواف، صفا و مروہ کی سعی، وقوف عرفہ، منیٰ میں قیام، شیطانوں کو کنکریاں مارنا اور قربانی کرنا حج کا جسم ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ اس کی روح ہیں۔ حج کا جو عمل بھی کیا جائے "حکم ربی" کی تابعداری میں کیا جائے۔ خشوع و خضوع کے ساتھ کیا جائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون (1)

ترجمہ: "یقیناً کامیاب و بامراد ہوئے وہ اہل ایمان جو اپنی نمازوں میں (اللہ کے آگے) دل سے جھکے رہتے ہیں"

اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز کا ایک جسم ہے اور وہ ہے رکوع، سجدہ، قیام اور قعود اور اس کی روح اللہ کے آگے بندے کی سرافگندگی اور خشوع ہے۔ اسی طرح حج کا معاملہ بھی ہے۔ یہاں اس بات کو لے لیجئے کہ اپ یہاں حج کر رہے ہیں اور دنیا بھر کے لوگ ٹی وی سے آپ کی جملہ حرکات و سکنات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ دیکھنے والے مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی۔ اس طرح آپ کا حج عملی دعوت کا بہترین وسیلہ بھی ہے۔ اگر آپ نبی کریم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اخلاق حسنہ کی پابندی کرتے ہوئے مثالی حج کریں گے تو آپ کا عمل غیر مسلموں کے دلوں میں گھر کرسکتا ہے۔ انہیں اسلام کی طرف مائل کرسکتا ہے۔ اس

---

(1) المؤمنون 1-2

طرح آپ کار خیر کا باعث بنیں گے۔ ہر حاجی کو اس کی شعوری کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے برعکس اگر غیر مسلم حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے اکھاڑ پچھاڑ، دھکم پیل کرتے ہوئے دیکھیں گے تو وہ اسلام سے متنفر ہوجائیں گے۔ ایک خدا ترس بڑے عالم دین شیخ حسن مشاطؒ نے حجر اسود کو چومنے کے لئے اکھاڑ پچھاڑ کو "وحشیانہ عمل" سے تعبیر کیا ہے۔ شیخ مشاط ان عالموں میں سے تھے جو کوئی بات خوب اچھی طرح سے سوچے سمجھے بغیر نہیں کہتے تھے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ عازمین حج کا یہ منظر اسلام کو نقصان پہنچاتا ہے۔ مغربی دنیا کے لوگ نظم و ضبط کی پابندی کو تہذیب و تمدن، ترقی اور انسانیت کی معراج سمجھتے ہیں۔ سوچنے کا پہلو یہ ہے کہ لوگ حجر اسود کو چومنے کے لئے ایک دوسرے کو اذیت رسانی کا یہ منظر دیکھ کر کیا تاثر لیں گے؟

حجر اسود پر ہجوم کرنے والے کمزوروں کو ستاتے وقت یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے اور یہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ اس طرح وہ اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اسلام میں عبادت کا تصور خالق و مالک کی مکمل تابعداری، اللہ کے آگے سرافگندگی و حوالگی و سپردگی کا ہے۔ بلاشبہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی بڑی بڑی حکمتیں ہیں اور ہر رکن کے عظیم فوائد اور اسرار ہیں۔ انسان سوچتا ہے تو بسا اوقات اسے بہت سی باتیں سمجھ میں بھی آتی ہیں اور کبھی کوشش کے باوجود بھی پتہ نہیں چلتا کہ فلاں کام کا حکم کیوں اور کس حکمت سے دیا گیا۔ لیکن عبادت کے حکم کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، اس کی پابندی کرنا ہے۔ عبادت میں چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ عبادت میں بندے کو رب کی رضا کے سوا کچھ درکار نہیں ہوتا۔ اسی لئے عبادت کا دارومدار چوں و چراں پر نہیں رکھا گیا۔

بلکہ مکمل تابعداری و اطاعت شعاری پر رکھا گیا ہے۔ البتہ معاملات زندگی کا مسئلہ مختلف ہے۔ یہ بندے کے مفادات سے جڑا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی بندگی کا مطالبہ سب سے پہلے قبلہ کے مسئلہ سے کیا ہے: وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ وان کانت لکبیرۃ الا علی الذین ھدی اللہ (1)

ترجمہ: پہلے جس طرف تم رخ کرتے تھے اس کو تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لئے مقرر کیا تھا کہ کون رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔ یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت، مگر ان لوگوں کے لئے کچھ بھی سخت نہ ثابت ہوا جو اللہ کی ہدایت سے فیضیاب تھے۔

عبادات کی حقیقت

اسلام کی عبادات اور اس کے سارے ارکان اسی حقیقت کو انسانی دماغ میں پیوستہ و جاگزیں کرنے کے لئے ہیں۔ حج میں بھی جو اسلام کا اہم ترین رکن ہے۔ یہی تابعداری، یہی سپردگی، یہی اخلاص اور یکسوئی مقصود ہے۔

حجر اسود خانہ کعبہ کے ایک گوشہ میں ایک سیاہ پتھر ہے۔ یہ سوال فضول ہے کہ اسے کیوں چوما جائے جبکہ یہ نفع پہنچانے والا ہے اور نہ نقصان۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا "مجھے اس بات کا یقین کے ساتھ علم ہے کہ (اے حجر اسود) تو ایک پتھر ہے، تیرے ہاتھ میں نہ نفع ہے نہ

(1) البقرہ 143

نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھا ہوتا تو (ہرگز) نہ چومتا"(2)

یہ سوال بھی ذہن میں نہ اٹھانا چاہیئے کہ ہمیں طواف کعبہ کا حکم کیوں دیا گیا۔

ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیئے کہ مغرب کی تین، عشاء، ظہر اور عصر کی چار چار اور فجر کی دو رکعتیں کیوں رکھی گئی ہیں۔ ہمیں اس چکر میں پڑنے کا حق نہیں ہے کہ بعض نمازوں میں تلاوت با آواز بلند اور بعض میں آہستہ کرنے کے لئے کیوں کہا گیا ہے۔ اس اعتراض کا بھی کوئی اختیار نہیں کہ روزے رمضان کے بجائے محرم میں بھی تو رکھے جاسکتے تھے۔

ہمیں تو یکسوئی کے ساتھ راہ حق پر گامزن ہونا اور اپنے آپ کو اللہ کی تابعداری میں دینا ہے۔ حج کے سارے اعمال و مراسم یہی سکھاتے ہیں۔ پہلے بتایا جاچکا ہے کہ حج کے اولیں داعی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنا جگر گوشہ قربان کرنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے بڑے اخلاص اور یکسوئی کے ساتھ اللہ کی بندگی و فرماں برداری کا مظاہرہ کیا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ اپنی اہلیہ ہاجرہ علیہا السلام اور تمناؤں اور دعاؤں کے بعد بڑھاپے میں پیدا ہونے والے بچے اسماعیل علیہ السلام کو عرب کے لق و دق صحراء میں بسا دیں۔ انہوں نے کمال جرأت و استقامت کے ساتھ اس فرمان کی تعمیل کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں اپنے اکلوتے بیٹے کو قربان کردینے کا حکم صادر ہوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے سے اس کا ذکر کیا۔ اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کررہا ہوں۔ انہوں نے بے تکلف جواب دیا۔ ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا جاچکا ہے اسے کر

---

(2) صحیح بخاری و مسلم

ڈالیے۔ نوجوان اسماعیل علیہ السلام نے خندہ پیشانی کے ساتھ حکم ربی کے آگے سر جھکا دیا اور سارا معاملہ اللہ کی رضا پر چھوڑ دیا۔ اس آزمائش میں بھی اللہ کی حمد و مناجات کرنے والے بردبار عظیم باپ پورے اترے اور خود سپردگی کی مثال قائم کر کے سرخروئی پائی۔

اللہ تعالیٰ نے حج کے اعمال و مناسک کو اللہ کی اطاعت و بندگی کے جذبہ ایثار و قربانی کے ولولہ اور کلمۂ حق کی سربلندی کے لئے عزم کی بیداری سے جوڑ دیا ہے۔ حج کا ہر کام ولولہ انگیز ایثار کا مظہر ہے۔ حج کا ہر عمل احکام الہیٰ کی تعمیل کا عملی درس ہے۔ چشم تصور سے اس منظر کی یاد تازہ کیجئے۔

حضرت ابراہیم شیر خوار اسماعیل اور حضرت ھاجرہ کو بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر خود واپس ہونے لگے تو صدق و صفا کی پیکر ھاجرہ سے ان کا کیسا ایمان افروز مکالمہ ہوا۔ صحیح بخاری میں اس واقعہ کے بارے میں ایک حدیث بیان ہوئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ھاجرہ نے آپ سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کا ہمیں یہاں اس طرح اس سنسان بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ کر چلے جانا خدا کے حکم سے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس پر وہ نیکو کار خاتون بولیں کہ اگر یہ بات ہے تو پھر خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں فرمائے گا..........

آپ اس مکالمہ میں ایمان بالغیب، خدا پر اعتماد و بھروسہ، وعدۂ الہیٰ اور حکم ربی کی پابندی و تابعداری دیکھئے۔

یہ بھی سوچئے! اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان آزمائشوں میں سے کسی ایک آزمائش میں بھی نہیں ڈالا جن میں وہ خدا کی مہربانی سے پورے اترے۔ دراصل ہمارے اندر نہ ان جیسی عزیمت ہے اور نہ ان آزمائشوں سے گزرنے کی طاقت و ہمت۔

بیت اللہ شریف کی زیارت نصیب ہوتی ہے تو یہاں توحید، اللہ کی راہ

میں جدوجہد، حق کے لئے سرفروشی، برگزیدہ ہستیوں کے صبر واستقامت کی یاد تازہ کر کے تجدید عہد کیا جائے کہ حتیٰ المقدور ہم بھی ایسا کریں گے۔ ان کے نقش قدم پر چلنے کی امکان بھر کوشش کریں گے۔ اپنے اندرون میں جاگزیں گھبراہٹ، بے دلی واکتاہٹ اور عزیمت میں کمزوری اور کسلمندی کو دور کرنے پر توجہ دیں گے۔

مناسک حج کی مثال نور الہیٰ جیسی ہے۔ اس کا بڑا دل آویز تذکرہ قرآن پاک میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"اللہ نور السماوات والارض، مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجہ، الزجاجہ کانّھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکہ زیتونہ لاشرقیہ ولاغربیہ یکاد زیتھا یضیئ ولولم تمسسہ نار، نور علی نور (1)

ترجمہ: اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، کائنات میں اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہوا ہو، چراغ ایک فانوس میں ہو، فانوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی۔ جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو، چاہے آگ اس کو نہ لگے (اس طرح روشنی پر روشنی بڑھنے کے تمام اسباب بھی ہوگئے ہیں)

حج سے ہمیں خدا کی خوشنودی اور رضا طلبی کی راہ میں مشکلات و مسائل پر صبر و عمل کا درس ملتا ہے۔ دین کے لئے کچھ کرنے کا عزم ملتا ہے۔ حج ہمیں یہ تلقین کرتا ہے کہ اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر شوق و محبت سے عمل کریں۔ آپ ﷺ نے جو کام جیسے کیا، اسے ویسے ہی ادا کریں چاہے اس کی حکمت سے واقف ہوں یا ناواقف ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت مریم اور حضرت

---

(1) النور 35

اسماعیل علیہم السلام جیسی خود سپردگی، فداکاری، جاں نثاری، تابعداری اور یکسوئی کامظاہرہ کریں۔

صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ کی پیروی میں بیت اللہ شریف کے سات چکر پورے کئے۔ رکن یمانی سے گزرتے تو اسے چھوتے مگر کسی کو دھکا نہ دیتے۔ بسم اللہ، اللہ اکبر وللہ الحمد (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں) یہ کہہ کر نئے چکر کا آغاز کرتے، حجر اسود کو بوسہ دیتے۔ رکن یمانی (1) سے حجر اسود تک چکر پورا کرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے "ربنا آتنا فی الدنیا حسنہ وفی الاخرۃ حسنہ وقنا عذاب النار"

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھی زندگی دے اور آخرت میں بھی اچھی زندگی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

---

(1) خانہ کعبہ کے چار کونے ہیں ایک کونے میں تو حجر اسود نصب ہے۔ مغربی دیوار کے جنوب مغربی کونے کو رکن یمانی کہا جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کا یہ کونہ بھی بہت متبرک ہے۔ طواف کرتے ہوئے اسے چھونا مستحب ہے۔ ان دونوں کونوں کو یمانی رکن بھی کہاجاتا ہے۔ مشرقی دیوار کے شمالی کونے کو رکن عراقی کہا جاتا ہے۔ پھر شمالی دیوار ختم ہو کر جو شمال مغربی کونہ آتا ہے اس کا نام رکن شمالی ہے۔ ان دونوں کو رکن شمالی بھی کہا جاتا ہے۔ حجر اسود والے کونے کی دو خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس میں حجر اسود نصب ہے۔ دوسری یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رکھی ہوئی بنیاد پر قائم ہے۔ رکن یمانی کو بھی آخری خوبی حاصل ہے۔ اسی لئے حجر اسود کو چھونے اور بوسہ دینے کا اعزاز حاصل ہے جبکہ رکن یمانی کو صرف چھونے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ باقی دو کونوں کو نہ چھوا جاتا ہے اور نہ چوما جاتا ہے۔ مترجم

یہ مختصر سی دعا بڑی جامع اور آسان ہے۔

آپ اس احساس سے یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کا خالق ہے۔ آسمانوں اور زمین کی ساری نعمتوں کے سارے خزانوں کا مالک ہے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ ہمارے پاس ایک تو جسم ہے اور ایک روح۔ جسم کے لئے دنیا کی اچھائیوں اور روح کے لئے آخرت کی نعمتیں طلب کیجئے، مانگئے۔ اللہ بڑا فیاض اور کارساز ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر "واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی"(1) تلاوت فرماتے ہوئے مقام ابراہیم پر تشریف لائے۔ پھر

---

(1) اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ مقرر کرو۔(البقرہ 125)

مقام ابراہیم: بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود سے دائیں طرف خانہ کعبہ کے دروازے سے کچھ فاصلے پر ایک پتھر رکھا ہوا ہے جس کا طول دس بالشت اور عرض سات بالشت ہے۔ اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کا نشان ہے۔ اسی لئے اسے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام پتھر لا رہے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں نصب کر رہے تھے۔ جب دیواریں بلند ہو گئیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر اٹھا کر لائے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر دیواروں کو مزید بلند کیا اور بعد میں وہ اس پتھر پر کھڑے ہو کر لوگوں کو ترغیب حج کا وعظ فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح رمضان المبارک کو قرآن پاک نازل کر کے عزت و حرمت بخشی ہے اسی طرح اس پتھر کو اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے عبادت گاہ تعمیر کرنے کے جذبے کو یادگار بنانے کے لئے یہ مقام عطا کیا ہے۔

آپ ﷺ اس طرح کھڑے ہوئے کہ مقام ابراہیم آپ ﷺ کے اور بیت اللہ کے درمیان تھا اور آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پہلی رکعت میں سورۂ کافرون اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھی۔ ان دونوں سورتوں میں دعوت توحید کے جملہ مطالبات سمو دیئے گئے ہیں جبکہ سورہ فاتحہ میں جسکی تلاوت ہر نماز کی ہر رکعت میں کی جاتی ہے دعاو مناجات اور حمد و ثنا ودیعت کردی گئی ہے۔

صحابہ کرامؓ نے مقام ابراہیم پر آقائے نامدار کے اتباع میں دوگانہ ادا کیا۔

ملتزم پر حاضری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو کر حجر اسود پر تشریف لائے، اسے چوما، پھر خانہ کعبہ کے دروازے اور حجر اسود کے درمیان (اندازاً چھ فٹ بازو جگہ ہے) ملتزم (چمٹنے کی جگہ) پر حاضر ہوئے، اپنا سینہ، چہرہ، بازو اور ہتھیلیوں کو اس سے لگا کر پورا جسم چمٹا کر نہایت عاجزی اور انکساری سے دعا مانگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عمل سے لوگوں کو مقامات مقدسہ کی تعظیم کا درس دیا۔ یہ سمجھایا کہ خدا کی خوشنودی کے لئے اللہ کے حکم کی تعمیل میں مقدس جگہوں کا پورا پورا احترام کیا جائے۔ شریعت کی مقرر کردہ حدوں کا خیال رکھا جائے۔ یہ یقین رکھا جائے کہ خدا کے آستانے کے سوا کوئی آستانہ چومنے کے لائق نہیں۔ چومنا محبت اور عقیدت کی علامت ہے۔ پرستش یا عبادت کی نہیں.............

آیا ہوں ترے در پر اے وہ کہ غنی تو ہے
محتاج ہوں سن میری، یہ عرض فقیرانہ

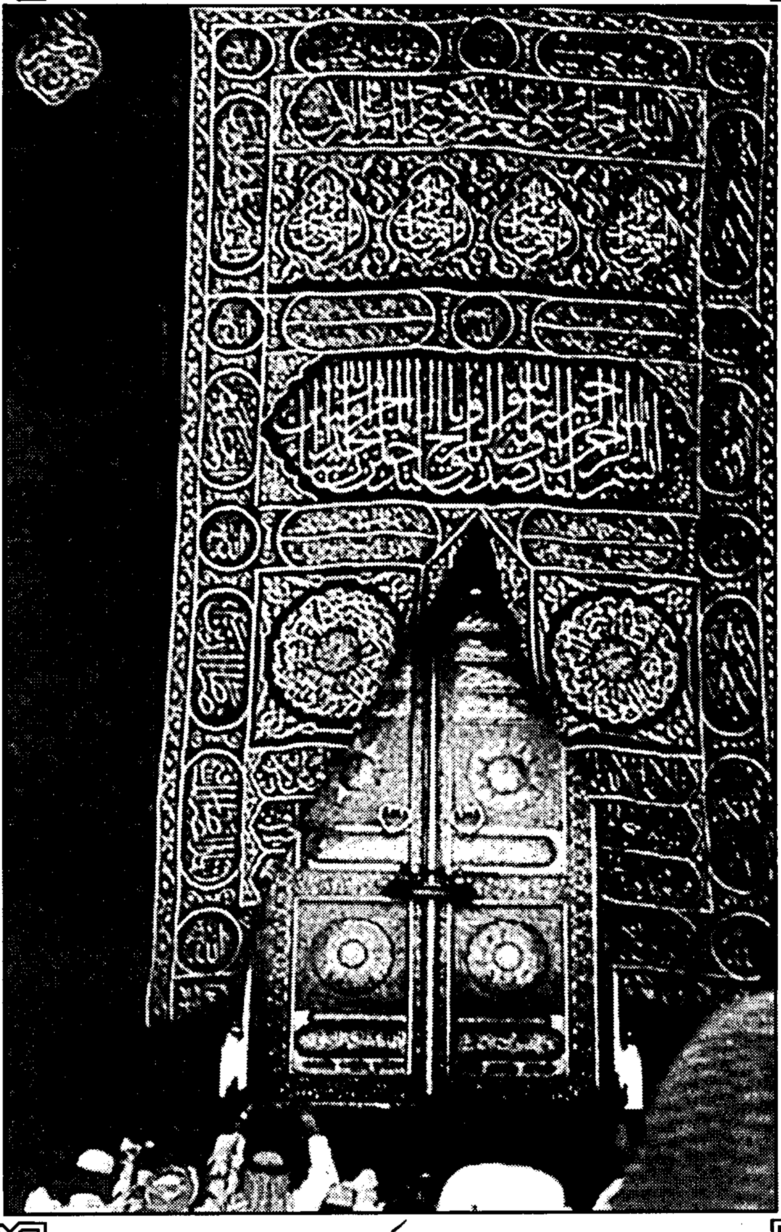

باب کعبہ

بھاگا ہوا بندہ ہوں، امید پہ آیا ہوں
دھتکار نہ تو مجھ کو اے شان کریمانہ
کچھ پاس نہیں اپنے دامن ہے تہی میرا
یہ اشک ندامت ہے محتاج کا نذرانہ
(عروج قادری)

آب زمزم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا سے فارغ ہونے کے بعد زمزم کے پاس تشریف لائے۔ خوب سیر ہو کر زمزم پیا۔ مبارک سر پر بھی ڈالا۔ صحابہ کرامؓ کو زمزم پینے کے لئے کہا اور بتایا کہ اس کا پانی برکت والا ہے۔ فرمایا "آب زمزم بیمار کے لئے شفا ہے، غذا بھی ہے اور یہ دنیا کا بہترین پانی ہے۔ یہ جس مقصد کے لئے پیا جائے پورا ہوتا ہے"

اللہ تعالیٰ نے زمزم کا چشمہ اپنی رحمت سے بے آب و گیاہ وادی میں حضرت ھاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے اس وقت پیدا کردیا تھا جب اسماعیل علیہ السلام پیاس سے بے تاب ہوئے تھے۔ زمزم کا چشمہ پھوٹ پڑنے سے حضرت حاجرہ کی بہت بڑی تکلیف رفع ہوئی۔ آپ زمزم کا پانی پیتی رہیں اور بچے کو دودھ پلاتی رہیں۔ کچھ مدت گزری کہ یہاں پانی دیکھ کر پرندوں نے منڈلانا شروع کیا۔ پھر خدا کی مہربانی، پانی کی تلاش میں کچھ لوگ بھی ادھر آنکلے۔ یہی زمزم کا وہ مبارک اور لافانی چشمہ ہے جس سے سارا عالم صدیوں سے سیراب ہو رہا ہے۔ اس

میں اللہ تعالیٰ نے شفاء، غذا اور برکت سب کچھ رکھا ہے۔ قیامت تک لوگ اس سے سیراب ہوتے رہیں گے۔

زمزم کا پانی پیتے وقت بی بی ھاجرہ اور اسماعیل علیہ السلام کی یہاں آمد کا پہلا منظر آنکھوں کے سامنے لایئے۔ یاد کیجئے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام حکم ربی پر کمزور و ناتواں بیوی اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور جگر کے ٹکڑے ننھے بچے کو اللہ کے بھروسہ پر ایسے مقام پر چھوڑ کر جارہے ہیں جہاں کوئی آدم ہے نہ آدم زاد۔ اللہ پر ان کے ایمان، اعتماد اور اطمینان کا اندازہ لگایئے۔ بی بی ھاجرہ کے خدا پر بھروسہ اور کمال درجہ یقین کی کیفیت کو دل و دماغ دونوں سے سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ ایسا منظر چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ اللہ رب العزت سے دعا کیجئے، دعا مومن کا بہت بڑا سہارا ہے۔ رحیم و کریم آقا سے عرض کیجئے۔ خدایا! ہمیں ایمان و اعتماد کی نعمت سے نواز، فلاح و بہبود کی محبت پیدا فرما، ہمیں ان خوش نصیب لوگوں میں سے بنا جو صرف تیری رضا اور اجر آخرت کے لئے حج کرتے ہیں اور جو ہر کار خیر تیری خوشنودی اور رضا طلبی کے لئے کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ دنیا و آخرت کے سارے اجر و ثواب کا مالک تو، صرف تو ہے۔ "ربنا آتنا فی الدنیا حسنہ وفی الاخرۃ حسنہ وقنا عذاب النار"

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھی زندگی دے اور آخرت میں بھی اچھی زندگی دے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

وأدخلنا الجنۃ مع الأبرار برحمتک یا غفار

ترجمہ: اے غفار! ہمیں اپنی رحمت کے طفیل صلح بندوں کے ساتھ جنت میں پہنچانا

صفا اور مروہ کے درمیان سعی

پھر آپ سعی کیلئے تشریف لے گئے اور باب صفا سے نکلے۔ صفا، مکہ مکرمہ کی ایک پہاڑی ہے جس کا اب ایک بلند چھوٹا سا حصہ ہی باب صفا سے قریب رہ گیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان "ان الصفاوالمروۃ من شعائراللہ یعنی" صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں"۔ میں مروہ سے پہلے صفا کا ذکر فرمایا ہے لہذا آپ نے بھی سعی صفا سے شروع کی حالانکہ عربی زبان کے قاعدے کے مطابق اگر صفا اور مروہ کہا جائے تو لفظ اور ترتیب کا مفہوم پیدا نہیں کرتا ہے مگر یہ آپ کا منتہائے ادب تھا کہ آپ اس جگہ سے ابتداء کرنے سے باز رہیں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بعد میں کیا ہے یعنی "مروۃ" اس طرح آپ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کی تعلیم دی۔

آپ ﷺ صفا پر چڑھے اور قبلہ رخ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تاکہ لوگوں کو ان مقامات کا علم ہوجائے جہاں دعا قبول ہونے کی زیادہ امید ہوتی ہے۔ آپ نے صفا پر چڑھ کر تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور پھر اللہ تعالی کی ثناء کرتے ہوئے فرمایا لاالٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، لہ الملک، ولہ الحمد، وہو علی کل شئی قدیر، لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ أنجز وعدہ ونصر عبدہ وھذم الاحزاب وحدہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کیلئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اللہ تعالی کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے اسی نے لشکروں کو شکست دی۔ پھر آپ نے دعا فرمائی۔ تین مرتبہ اس طرح کیا اور اللہ

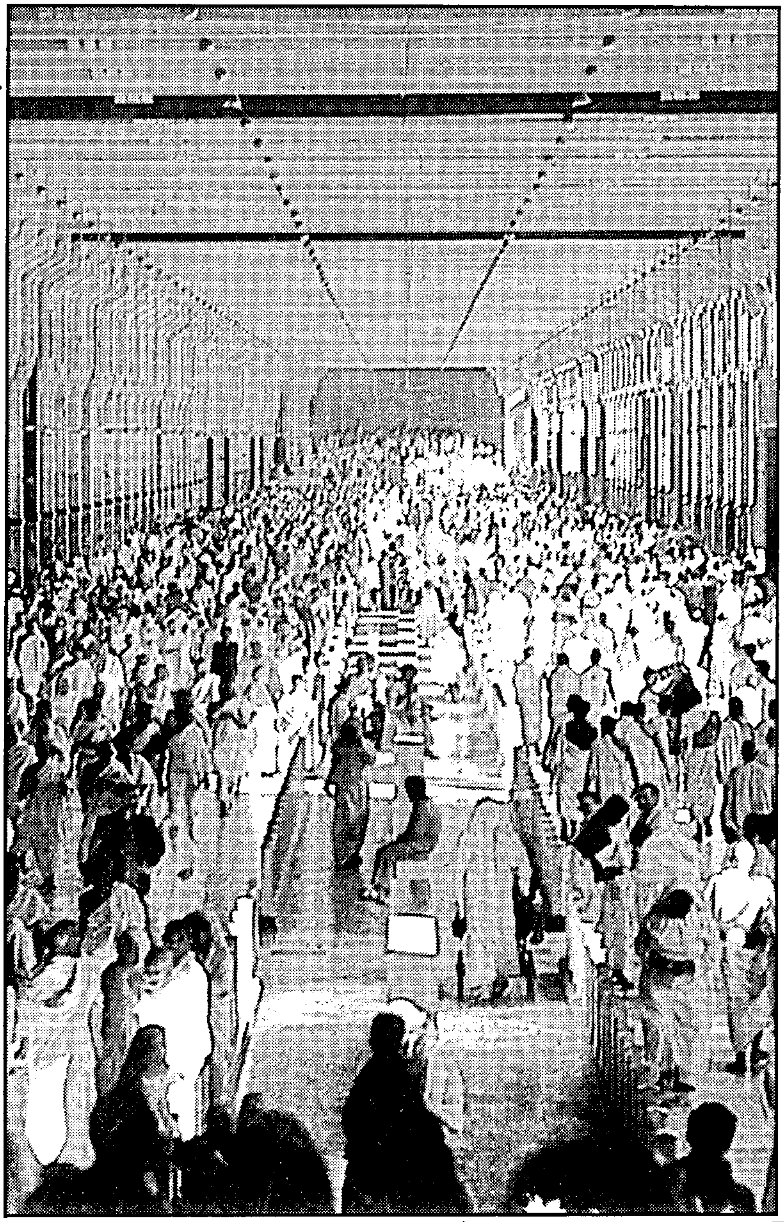

صفا، مروہ کے درمیان سعی کا منظر

سے اس کے رسول پر درود بھیجنے کی درخواست کی۔ یہ بھی آپ کی طرف سے ادب ملحوظ رکھنے کی انتہا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ آپ پر درود بھیجتا ہے تو ادب کا تقاضا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اس فضل و کرم اور اس عزت افزائی کی ضرورت کا اظہار فرمائیں اور اللہ تعالیٰ خود بہتر جانتا ہے کہ رسالت کیلئے کسے منتخب کرے اس میں بھی ہمارے لئے تعلیم و تربیت کا پہلو ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ، یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول میں تمہارے لئے اچھا نمونہ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر اور دعا کرتے ہوئے مروہ کیطرف چلے جب وادی میں اس جگہ پہنچے جہاں اب دو سبز نشان ہیں تو ہلکے ہلکے دوڑنے لگے آپ کی یہ دوڑ طواف میں کئے جانے والے رمل اور عام دوڑ کے درمیان والی تھی دوسرے سبز نشان پر پہنچ کر آپ نے دوڑنا بند کردیا۔ سعی کے ساتوں چکروں میں آپ نے اسی طرح کیا۔

پھر مروہ پہنچ کر آپ اس پر چڑھے کھڑے ہو کر بیت اللہ پر نظر ڈالی اور وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا اس طرح آپ کا ایک چکر پورا ہوا پھر مروہ سے اتر کر صفا کی طرف چلے اور وہاں پہنچ کر بھی وہی کیا جو اس سے پہلے کیا تھا یہ آپ کا دوسرا چکر تھا اسی طرح سات چکر پورے کئے صفا سے شروع کیا اور مروہ پر ختم، صفا پر چار بار کھڑے ہوئے اور مروہ پر چار بار، یوں آپ کی سعی مکمل ہو گئی۔

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم کچھ ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی مختصر تشریح کرتے چلیں جس میں صفا اور مروہ کی سعی کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ فمن حج بیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بہما" یعنی صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں بس جو شخص اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے اس پر صفا اور مروہ کی سعی کرنے سے

کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مسلمانوں کو صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے میں تردد ہوا اسکی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں ان دونوں پہاڑیوں پر بتوں کے استھان بنائے گئے تھے اور لوگ ان کا طواف کرتے تھے اور ان دونوں پر ہاتھ پھیرتے تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا یہ تردد دور کرنے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں بتایا کہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ علماء کا کہنا ہے کہ یہ بات صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی فرضیت کے منافی نہیں ہے کیونکہ سعی حج اور عمرے کا رکن ہے دم دینے سے اسکی تلافی نہیں ہو سکتی۔

ھاجرہ اور اسماعیل

سعی کے شروع ہونے کی اصل وجہ وہی ہے جسکی روایت امام بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے اس حدیث میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام حضرت ھاجرہ اور ان کے شیر خوار فرزند اسماعیل کو لائے اور اس جگہ جہاں آب زمزم کا کنواں ہے چھوڑ دیا۔ اس وقت مکہ مکرمہ میں کوئی شخص نہیں تھا اور نہ ہی پانی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کیلئے کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی سے بھرا ایک مشکیزہ چھوڑا اور واپسی کیلئے پلٹے۔ ام اسماعیل ان کے پیچھے ہوئیں اور پوچھا ابراہیم ہمیں اس وادی میں جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ ہی کوئی چیز چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں یہی سوال انہوں نے کئی بار کیا مگر ابراہیم نے انکی

طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھا حضرت حاجرہ نے پھر پوچھا کیا اس کا حکم آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ فرمایا ہاں، یہ سن کر حضرت حاجرہ نے کہا تب تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کریگا اس کے بعد اپنے شیر خوار اسماعیل کے پاس واپس لوٹ گئیں ادھر ابراہیم واپس جاتے ہوئے اس گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں سے انہیں نظر نہ آسکیں بیت اللہ کا رخ کیا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ "ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیرذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلاۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون"۔

یعنی: پروردگار میں نے ایک بے آب و گیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصہ کو تیرے محترم گھر کے پاس لابسایا ہے، پروردگار یہ میں نے اس لئے کیا ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔

اب اس جگہ ام اسماعیل اپنے بچے کو اپنا دودھ پلاتی رہیں اور اس پانی سے کام چلاتی رہیں جو حضرت ابراہیم چھوڑ گئے تھے لیکن مشکیزے کا پانی بھی کتنے دن کام آتا تو ایک وقت وہ بھی آگیا، کہ پانی ختم ہو گیا انہیں بھی سخت پیاس لگی اور شیر خوار بھی پیاس سے تڑپنے لگا، بچے کی یہ حالت دیکھی نہ جاسکی، اٹھیں اور قریب ترین پہاڑی صفا کی طرف دوڑیں اور اس پر چڑھ کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگیں کہ شاید کوئی شخص نظر آجائے لیکن مایوسی ہوئی چنانچہ صفا سے اتر کر تیز تیز قدموں سے مروہ کی طرف گئیں اور چڑھ کر ادھر ادھر نظر دوڑائی مگر کوئی نظر نہ آیا سات مرتبہ یہی عمل کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ یہیں سے لوگوں نے صفا اور مروہ کی سعی کا طریقہ اختیار کیا یعنی یہی سعی کی حکمت اور وجہ ہے۔ ساتویں مرتبہ جب مروہ پر پہنچیں تو ایک آواز سنی پھر چپ ہو کر غور سے سننے کی کوشش کی تو پھر سے

آواز سنی اور کہا کہ میں نے آواز سن لی ہے اگر تمہارے پاس مدد کا کوئی سامان ہے تو لاؤ مدد کرو۔ اتنے میں زمزم کی جگہ کے پاس انہوں نے ایک فرشتہ دیکھا۔ فرشتہ نے زمزم کی جگہ اپنی ایڑی یا پیر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، حضرت ھاجرہ پانی کے نکلنے کی جگہ حوض کی طرح بنانے لگیں تا کہ پانی بہہ کر چلا نہ جائے ساتھ ہی ساتھ چلو بھر بھر کر پانی اٹھانے اور مشک میں ڈالنے لگیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ھاجرہ نے سیر ہو کر پانی پیا اور بچے کو بھی پلایا پھر فرشتہ نے کہا کہ تم دونوں کے ضائع ہونے کا کوئی اندیشہ نہیں کیونکہ یہی اللہ تعالیٰ کا گھر ہے یہ بچہ اور اس کے واالد دونوں یہ گھر بنائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس گھر والوں کو ضائع نہیں کریگا۔

رسول ﷺ کی آزمائش

ذرا دیکھئے کہ حضرت ھاجرہ وغیرہ کی آزمائش کس قدر سخت تھی لیکن سیدنا محمد ﷺ کو اس سے بھی زیادہ سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ سے اجر پایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حسی اور معنوی دونوں طرح کے معجزے دیئے یوں آپ کی آزمائش بھی دونوں طرح کی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر انبیائے کرام علیہم السلام میں سے جن کی تعریف کی ہے ان میں سے کسی کے ایک پہلو کی کسی کے دو تین پہلوؤں اور خصلتوں کی تعریف کی ہے مثلاً کسی کے بارے میں فرمایا انا وجدناہ صابراً نعم العبد انہ اوّاب "ہم نے اسے (یعنی حضرت ایوب کو) صابر بنایا بڑا اچھا بندہ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرنے والا" کسی کے بارے میں فرمایا: انہ کان عبداً شکوراً "وہ بڑا شکر گزار بندہ

تھا" اسی طرح کسی کے بارے میں کسی بات کی تعریف اور کسی کے بارے میں بعض باتوں کی تعریف کی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی تعریف کی تو ساری اچھی صفات کو آپ کی شخصیت میں یکجا کردیا اور فرمایا "انک لعلی خلق عظیم"، "بے شک آپ اخلاق کے بڑے بلند مرتبہ پر فائز ہیں" نہ صرف شاکر اور نہ صرف صابر نہ صرف صادق اور نہ صرف کچھ اور بلکہ آپ ان ساری اچھی خصلتوں کا مجموعہ ہیں جن کا تصور بھی انسانی ذہن کرسکتا ہو۔

جب ہم حج کریں اور ہمیں انفرادی حیثیت کے حامل ان کارناموں کے آثار نظر آئیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام آپ کے عظیم فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی پاکدامن وصابر ومبارک بیوی حضرت ھاجرہ علیہ السلام کو خصوصیت وفضیلت عطا فرمائی اور ان بزرگوں کی عظمتوں کی یاد تازہ کریں تو ہمیں یہ یقین رکھنا چاہئے کہ یہ ان عظمتوں اور خصوصیات سے بہت کم ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم اور محبوب اعظم سیدنا محمد ﷺ کو عطا کیں اے اللہ کے رسول ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے نبی اکرم اور اے رسول اعظم آپ پر بہترین درود وسلام ہو۔

آپ نے مروہ کے پاس جب سعی ختم کرلی تو فرمایا کہ جو حضرات ہدی کا جانور اپنے ساتھ نہ لائے ہوں وہ احرام کھولدیں اور سمجھیں کہ یہ ان کا عمرہ ہوگیا۔ خواہ انہوں نے قران کی نیت کی ہو یا افراد کی قران بیک وقت عمرہ اور حج کی نیت کرنے کو کہتے ہیں اور افراد عمرے کے بغیر صرف حج کی نیت کو اگر صرف عمرے کی نیت کریں تو تمتع کہلائے گا۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدی کے جانور اپنے ساتھ لے آئے تھے اس لئے آپ حلال نہیں ہوئے اور حج تک احرام ہی کی حالت میں رہے۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر جو حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیروی کرتے ہوئے حلال نہیں ہوئے ان میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں کیونکہ آپ نے اپنے ساتھ ہدی کے جانور لانے والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ احرام ہی میں رہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لو ستقبلت من أمری استدبرت ماسقت الھدی ولاحللت، یعنی اگر مجھے اس بات کا احساس پہلے ہوجاتا جس کا احساس بعد میں ہوا تو میں ہدی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اسی طواف وسعی کو عمرے کی سعی وطواف قرار دیکر عمرہ بنالیتا اور احرام کھول دیتا۔

دراصل آپ کے اس فرمان میں بعد میں آنے والوں کیلئے خوشخبری ہے کیونکہ آج کل لوگ اپنے ساتھ ہدی نہیں لاتے ہیں بات یہ ہے کہ آپ حج کی ادائیگی کو آسان بنانا چاہ رہے تھے اس کا اندازہ بعض صحابہ کرام کے سوالات کے جوابات سے کیا جاسکتا ہے جن میں سے چند ایک کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

آپ اور آپ کے رفقاء مکہ مکرمہ کے مقام ابطح میں اترے اور وہاں اتوار کے دن سے جمعرات تک رہے جمعرات یوم الترویہ تھا۔ آٹھویں ذی الحجہ کو ترویہ کا دن کہا جاتا ہے ترویہ سیراب کرنے کو کہتے ہیں اور اس دن کو ترویہ اس لیے کہا گیا کہ لوگ اس دن حج کے دنوں کیلئے پانی کا انتظام کرلیتے اور اونٹوں کو پانی پلالیا کرتے تھے۔ آٹھویں ذی الحجہ کو ان سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جنہوں نے عمرہ کرکے احرام کھول دیا تھا ابطح ہی سے حج کا احرام باندھ لیا اور منیٰ کی طرف روانہ ہوگئے جہاں آپ نے انہیں نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور پھر جمعہ 9 ذی الحجہ کی فجر کی نماز پڑھائی۔ منیٰ میں آپ نے نمازیں جمع نہیں پڑھائیں بلکہ ہر نماز وقت پر پڑھائی لیکن قصر پڑھائی۔

اس زمانہ میں بیشتر لوگوں نے یوم الترویہ میں منیٰ جانا ترک کردیا یہ صحیح

ہے کہ اس دن منیٰ نہ جانے سے دم لازم نہیں آتا لیکن بہت ساری نیکیاں چھوٹ جاتی ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر ہم ساری باتوں میں جہاں تک ہوسکے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں اور آپ کے نقش قدم پر چلیں اور یہ حقیقت ہے کہ آپ نے جو بھی کیا وہ فائدہ سے خالی نہیں۔ بلکہ ہمیں تو یہ حکم ہے کہ نماز اس طرح پڑھیں جیسی آپ نے پڑھی حج اسی طریقہ سے کریں جس طریقہ سے آپ نے کیا ہمارے لئے اور اللہ اور روز آخرت کے امیدوار کیلئے تو اللہ کے رسول میں بہترین نمونہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

منیٰ جیسا کہ سب جانتے ہیں ایک مشہور ومعروف جگہ ہے اس کے اور مکہ کے درمیان چند کلو میٹر کی مسافت ہے بلکہ اب تو مکہ کی آبادی بھی وہاں تک پھیل گئی ہے منیٰ کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمنا کی تھی کہ اپنے جگر گوشہ اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی جو آزمائش درپیش آئی تھی وہ ختم ہوجائے اگر یہ بات تھی تو گویا یہ ادب کی انتہا تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فلولااذجاء ھم بأسنا تضرعوا "پس جب ہماری طرف سے ان پر سختی آئی تو کیوں نہ انہوں نے عاجزی اختیار کی۔

9 ذی الحجہ جمعہ کے دن سورج طلوع ہونے کے بعد آپ اور صحابہ کرام منیٰ سے عرفات کی طرف روانہ ہوئے اس مقدس مقام کی سمت وہ دیوانہ وار ایسے بڑھے چلے جارہے تھے جیسے باد شوق وتمنا اڑا لئے جارہی ہو تصور یہ ہے کہ ساتوں آسمانوں پر سے فرشتے اس روح پرور منظر کا مشاہدہ کرتے رہے ہونگے جس میں جذبات واحساسات کا طوفان اٹھا ہوا تھا اور ان پیارے کلمات کی صدا سنتے رہے ہونگے جن کی جڑیں گہری وپائدار اور شاخیں آسمان کی بلندیوں میں ہیں ان مشتاق روحوں پر فرشتوں کو تعجب ہوتا رہا ہوگا جو چاہ رہی تھیں کہ جسم کے پنجروں سے

آزاد ہو کر پلک جھپکنے میں یا بجلی کی سی تیزی سے عرفات کے مقدس میدان میں پہنچ جائیں کس قدر والہانہ انداز اور شاندار منظر رہا ہو گا۔

اس طرح یہ وفد عرفات کی طرف رواں دواں ہوا تاکہ اس عظیم الشان مقام پر اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حرمتوں کا احترام کرے۔ یہ وفد اسلئے جارہا ہے تاکہ عرفات میں اللہ کو دیکھے حالانکہ وہ ان کے دلوں میں ہے اس کے بارے میں اسطرح غور کریں گویا ان کے سامنے ہے اور دل کی آنکھیں اسے دیکھ رہی ہیں اگر وہ اسے دیکھ نہ رہے ہوں تو یہ احساس رہے کہ وہ انہیں دیکھ رہا ہے۔

لیجئے جسموں سے پہلے انکی روحیں عرفات کی طرف لپک رہی ہیں یہ وفد مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس نہ تو رکا، اور نہ اترا حالانکہ جاہلیت کے زمانہ میں قریش یہیں رک جاتے تھے قریش کے اس معمول کے برخلاف یہ مقدس کارواں آگے بڑھتا گیا حتیٰ کہ نمرہ نامی مقام آگیا جہاں نبی کریم ﷺ کیلئے خیمہ نصب کیا گیا تھا کیونکہ آپ نے منیٰ سے روانگی سے پہلے اس کا حکم دیا تھا۔

آپ اس خیمہ سے اترے ساری فضا لبیک کی صداؤں سے گونج رہی تھی

زوال آفتاب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور اس وادی کے درمیان پہنچے جہاں غار حراء کا نور اور طور سیناء کا نور گھل مل گیا آپ نے اس جگہ سے ساری دنیا کو خطاب کیا اور ان سارے لوگوں کو جو وہاں موجود تھے یا نہیں تھے جو پیدا ہو چکے تھے یا پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ قیامت تک آنے والی نسلوں کو عظیم پیغام دیا جس طرح حضرت ابراہیم الخلیل نے حج کا اعلان کیا تو ان کا اعلان لوگوں تک نسل در نسل پہنچتا گیا اسی طرح آپ نے اس دن جو خطبہ دیا اسکی گونج آفاق میں سنی جارہی ہے اور قیامت تک سنی جاتی رہے گی کہ۔

لوگو! "غور کرنے کا مقام ہے کہ آپ نے مومنو! یا حجاج نہیں کہا بلکہ

فرمایا۔ لوگو! تمہارا خون اور تمہارا مال تمہارے لئے حرام ہے بالکل اسی طرح حرام ہے جسطرح آج کا دن اس مہینہ اور اس شہر میں تمہارے لئے حرام ہے۔۔۔ آپ نے اس فیصلہ اور اس حکم میں آقا وغلام اور اعلیٰ وادنی میں کوئی فرق نہیں رکھا بلکہ مکمل مساوات اور برابری رکھی جسکی بنیادیں سب سے پہلے اسلام نے قائم کیں اور جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طرح عملی شکل دیکر امت کو جاہلیت کی دلدل سے نکالا اور بلندیوں پر پہنچایا کہ جاہلیت کی ساری چیزیں میرے دونوں قدموں کے نیچے روند دی گئی ہیں۔

لوگو! ہر سود کالعدم ہے اصل مال تمہارا ہے نہ تم ظلم کروگے اور نہ تم پر ظلم کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ اب سودی لین دین نہ ہو اور یہ کہ میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کو کالعدم کرتا ہوں۔

دیکھیئے آپ نے سود کے خاتمے کی شروعات کی جو؟ قریب ترین شخصیت چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات سے قبول اسلام سے پہلے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید وحمایت میں تھے حتی کہ ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مومن تھے انہوں نے اپنے ایمان کو خفیہ رکھا تھا۔

الغرض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں سارے لوگوں کے لئے ایسی مضبوط اور درست بنیادیں وضع کیں کہ جن پر لوگ کاربند رہیں اور عمل پیرا رہیں تو امن وامان اور سکون واطمینان کی زندگی بسر کریں اور ہر جگہ سے ان کے پاس ان کا رزق بفراغت آئے۔ "ولو ان اہل القری آمنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض ولکن کذبوا فاخذناھم بما کانو یکسبون (1)۔

---

(1) سورۃ الأعراف آیت 96

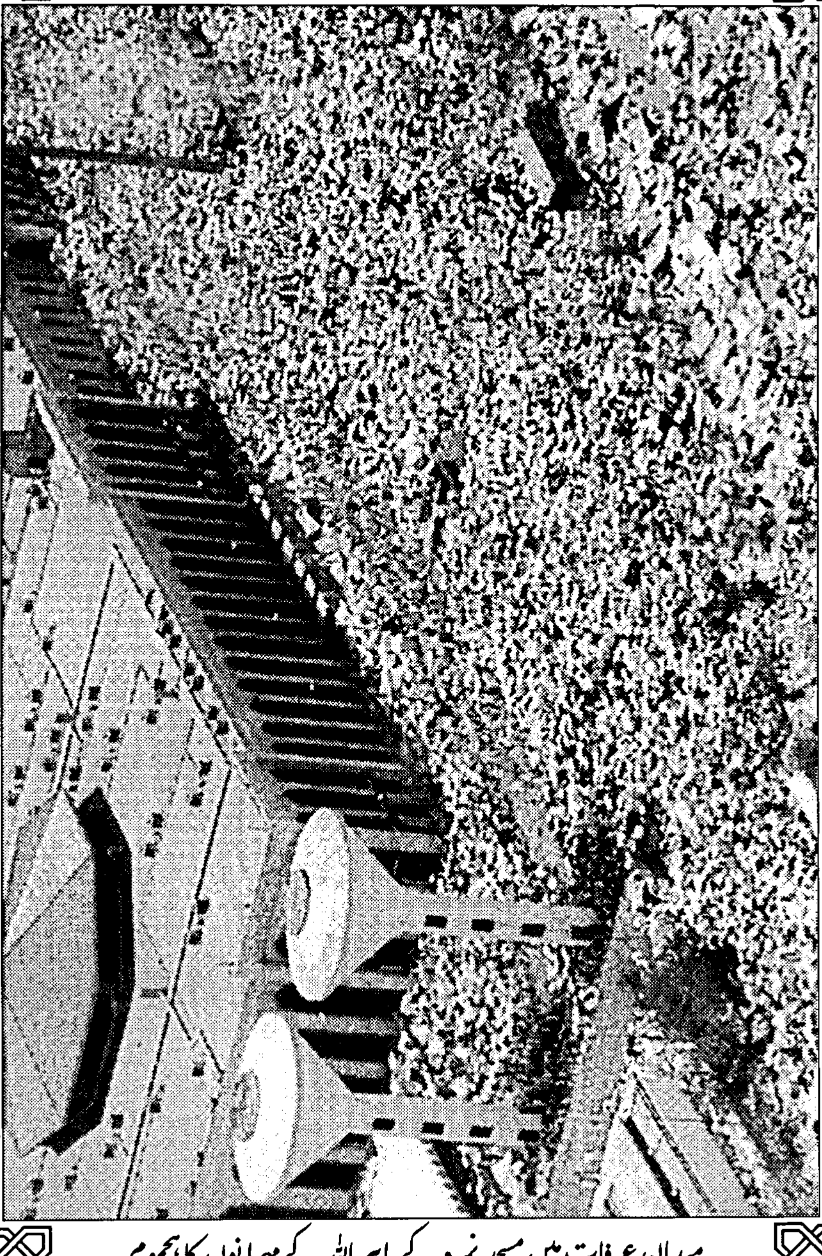

میدان عرفات میں مسجد نمرہ کے باہر اللہ کے مہمانوں کا ہجوم

یعنی اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلادیا لہذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انہیں پکڑلیا جو وہ سمیٹ رہے تھے۔

آپ نے عورتوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو تم نے ان کو اللہ تعالیٰ کی امانت کے طور پر اپنے قید نکاح میں لیا ہے اور ان سے لذت اندوزی، اللہ کے کلمہ اور قانون ہی کے ذریعہ حلال ہوئی ہے۔

آپ نے عرفات میں جو خطبہ دیا اس کا ترجمہ یہ ہے۔

ناحق کسی کا خون بہانا اور ناروا طریقہ پر کسی کا مال لینا تمہارے لئے حرام ہے اسی طرح جس طرح آج کا دن اس مہینہ اور اس شہر میں تمہارے لئے حرام ہے جاہلیت کے زمانے کی ساری چیزیں میرے دونوں قدموں کے نیچے روند دی گئی ہیں، جاہلیت کے زمانہ کا خون معاف ہے، سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون یعنی ربیعہ بن حارث کا خون معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور دور جاہلیت کے سارے سودی مطالبے اب کالعدم ہیں، اور اس سلسلہ میں بھی سب سے پہلے میں عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں عورتوں کے حقوق کے معاملہ میں اللہ سے ڈرتے رہو، تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر اپنے نکاح میں لیا ہے اور ان سے لذت حاصل کرنا اللہ کے کلمہ اور قانون ہی کے ذریعہ تمہارے لئے حلال ہوا ہے۔

تمہارا ان پر خاص حق یہی ہے کہ جس شخص کا تمہیں اپنے گھر میں آنا ناپسند ہو ان کو وہ تمہارے بستر پر بیٹھنے کا موقع نہ دیں، اگر وہ یہ غلطی کر بیٹھیں تو تم انہیں معمولی سزا دے سکتے ہو، اور ان کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ تم اپنی حیثیت

کے مطابق کشادہ دلی سے ان کے لباس اور کھانے پینے کا اہتمام کرو، اور میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جارہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی راہ حق سے نہ بھٹکو گے اور وہ ہے اللہ کی کتاب۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ میرے بارے میں تم سے دریافت فرمائے گا بتاؤ تم وہاں میرے بارے میں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے؟

حاضرین نے ایک زبان ہو کر کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے تبلیغ کا حق ادا کردیا اور خیر خواہی اور نصیحت میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اس پر آپ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی پھر لوگوں کی طرف اس سے اشارہ کرتے اور جھکاتے ہوئے فرمایا اے اللہ تو گواہ رہ اے اللہ تو گواہ رہ۔

خطبہ ختم کرنے کے بعد آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا انہوں نے تعمیل کی اور اذان دی فتح مکہ کے موقع پر بھی حضرت بلال ہی نے اذان دی تھی اور اب اس عظیم الشان اجتماع میں بھی انہیں ہی یہ سعادت ملی۔ خصوصیت کے ساتھ ان دونوں تاریخی اور یادگار موقعوں پر اذان دینے کا شرف حاصل ہونا قسمت ہی کی بات ہے۔ پتہ نہیں حضرت بلال کی اس خوش بختی پر کن کن شخصیتوں کو رشک آیا ہو۔ اللہ جانتا ہے کہ قریش تو قریش خود بنی ہاشم میں کئی ایسے تھے جن کی آوازیں بڑی بلند اور پیاری تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ شرف بلال کو عطا کیا اور انکی عزت افزائی اور تکریم کرتے ہوئے اذان دلوائی اس طرح آپ نے حضرت سلمانؓ کو یہ فرما کر عزت افزائی کی کہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں

ہمیں ان نقوش اور قابل فخر باتوں کو خاص طور پر جح کرتے ہوئے یاد رکھنا چاہیئے یہ نہ ہو کہ ہم ان نقوش پر سے سرسری طور پر گزر جائیں بلکہ اس بہترین

نمونہ کے پہلوؤں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بابرکت اقدامات کو پوری گہرائی سے دیکھنا چاہیئے جن سے آپ نے ہمارے لئے راہ روشن فرمائی۔

حضرت بلالؓ اذان دے چکے تو اقامت کہی گئی اور آپ نے ظہر کی نماز قصر پڑھائی اس کے بعد دوبارہ اقامت کہی گئی اور آپ نے عصر کی نماز قصر پڑھائی ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی سنت نہیں پڑھی بلکہ ایک اذان اور دو اقامتوں سے ظہر اور عصر دونوں نمازیں ظہر کے وقت پڑھادیں اور یہ اللہ کی طرف سے سہولت اور رحمت ہے اور یہ کہ اللہ کو یہ بھی پسند ہے کہ آدمی اسکی دی ہوئی چھوٹ سے فائدہ اٹھائے اللہ تمہارے ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں وہ تو لوگوں پر شفیق ومہربان ہے۔

اب وقوف عرفہ کا عظیم الشان موقع آتا ہے وقوف عرفہ کیا چیز ہے؟ یہ بھی ایک عجیب وغریب منظر ہوتا ہے ساری فضا پر خشیت الہٰی ہیبت اور عظمت وتقدس کی کیفیت طاری ہوتی ہے جس کے بیان سے زبان وقلم اور ساری فصاحت وبلاغت سب قاصر ہیں بلکہ سب اس کے سامنے حیران وششدر ہیں۔

غرض یہ کہ آپ صحابہ کرام کو ظہر اور عصر کی دونوں نمازیں ظہر ہی کے وقت قصر پڑھانے کے بعد اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور چلتے ہوئے جبل رحمت کے نیچے موجود بڑی بڑی چٹانوں کے پاس آکر رکے جبل رحمت میدان عرفات کے وسط میں واقع ہے یوں تو حاجی کے وقوف کی بہتر جگہ وہی ہے جہاں آپ نے وقوف کیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر انتہائی مہربانی فرماتے ہوئے اعلان کیا کہ "وقفت ھناوعرفہ کلھا موقف، وارتفعوا عن بطن عرنہ، (1) یعنی میں نے یہاں وقوف کیا ہے لیکن عرفات کا سارا میدان وقوف کی

(1) روایت: امام مالکؒ اور امام مسلمؒ

جگہ ہے بس وادی عرفہ سے ذرا ہٹ کر رکیں۔

یہ امت پر آپ کی شفقت کی انتہا ہے کہ اسی مقام پر وقوف کو آپ نے لازم نہیں کردیا فرض کیجئے کہ اگر صرف اتنی ہی جگہ وقوف کیلئے مقرر ہوتی تو لاکھوں حجاج پر کیا گزرتی اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ بالمومنین رؤوف رحیم، "کہ آپ مومنوں کے حق میں شفیق ومہربان ہیں"

جبل رحمت کے نیچے چٹانوں کے پاس کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے دعا میں مشغول ہوگئے لوگ آپ کے آس پاس جمع تھے جو لوگ آپ سے قریب تھے وہ آپ کی دعا پر آمین کہتے رہے، جو دور تھے وہ اپنے طور پر دعا کررہے تھے، اس مقام پر آپ نے جو دعائیں کیں ان میں سے بہت سی دعائیں مروی ہیں یہ صحیح ہے کہ ان میں سے بیشتر دعاؤں کی سند کمزور ہے لیکن اس کے باوجود دوسری دعاؤں سے بہت بہتر ہیں الایہ کہ مناسب حال کوئی دعا ہو مثلاً دشمنان خدا پر کامیابی اور فتح، مسلمانوں کے درمیان اتحاد ویکجہتی کی دعا اللہ کی شریعت پر عمل کی توفیق کی دعا اور ہر شخص کی اپنے ذاتی مسائل اور ضروریات کیلئے دعا وغیرہ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ہدایت فرمائی ہے کہ اسی سے مانگیں اور دعا کریں۔ فرمایا: واذا سالک عبادی عنی فانی قریب، اجیب دعوۃ الداع اذادعان "اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اسکی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے بعض رسولوں کی دعاؤں کی چند مثالیں بھی دی ہیں۔ مثلاً پروردگار میں نے ایک بے آب وگیاہ وادی میں اپنی اولاد کے ایک حصہ کو بڑے محترم گھر کے پاس لابسایا ہے پروردگار یہ میں نے اس لئے کیا

ہے کہ یہ لوگ یہاں نماز قائم کریں لہذا تو لوگوں کے دلوں کو ان کا مشتاق بنا اور انہیں کھانے کو پھل دے شاید کہ یہ شکر گزار بنیں۔

اور فرمایا: وأیوب اذ نادی ربہ أنی مسنی الضر وأنت أرحم الراحمین، اور ایوب کو یاد کرو جبکہ اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے بیماری لگ گئی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے۔

اور فرمایا: رب لاتذر علی الأرض من الکافرین دیارا "میرے رب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ۔ "اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال سے نواز رکھا ہے اے رب کیا یہ اس لئے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے رب، ان کے مال غارت کردے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کردے کہ یہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

ان کے علاوہ بھی انبیاء کی اور کئی دعائیں قرآن مجید میں وارد ہیں۔ ویسے بہتر تو یہی ہے کہ آدمی ہمیشہ ہی وہی دعائیں پڑھے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنی حاجات اور اپنی ضرورتیں اللہ سے نہ مانگے بلکہ مانگنا چاہئیے اور اس کا حکم بھی ہے، مگر دعا کے آداب اور ان اصولوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جن کی نبی کریم ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے۔

دعا بذات خود عبادت کا مغز ہے کیونکہ انسان کا دعا کرنا دراصل ضرورت مند ہونے اور فقر کا اظہار ہے اور فقر اور حاجت مندی، بندے کی صفت ہے "اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے اور اپنی ذات میں آپ محمود ہے۔

آدمی کو جس قدر اپنی قدر و قیمت معلوم ہوگی اپنے بندہ ہونے کا احساس ہوگا اور نادانی سے بھی اللہ کی صفات میں حصہ دار نہ بنے گا اسی قدر اللہ سے قریب

ہوتا جائیگا، اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے خود کو پہچان لیا اسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہوجائیگی۔ عبودیت اور بندگی ہی انسان کی پہچان اور اسکی عظمت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا پاک ہے وہ جو لے گیا اپنے بندے کو ایک رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنے نبی کو یا اپنے رسول کو حتیٰ کہ نہ اپنے حبیب کو کیونکہ یہ ساری صفات زائد ہیں ذاتی نہیں ہیں جیسے کہ محتاجی اور عاجزی یہ ذاتی ہیں اس لئے ہر وہ جائز عمل جس سے انسان کی حاجت مندی خشوع خضوع اور عاجزی وانکساری کا اظہار ہو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے اور دعا میں یہ ساری باتیں شامل ہیں لہذا وہ صحیح معنوں میں عبادت کا مغز ہے دعا تو ہر حال میں اور ہر وقت کی جانی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ مجبوروں اور لاچاروں کی دعا سنتا ہے لیکن بعض مقامات اور اوقات ایسے ہیں جن میں قبولیت دعا کی زیادہ توقع ہوتی ہے۔

ان موقعوں میں ایک عظیم الشان موقعہ وقوف عرفہ ہے عرفات کا دن سال کا سب سے زیادہ عظیم اور افضل دن ہے علماء نے اس کی دلیل میں حضرت عائشہؓ سے مروی یہ حدیث پیش کی ہے کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ (1) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عرفات کے دن جتنے بندوں کو دوزخ سے چھٹکارا دیتا ہے اتنے اور کسی دن نہیں دیتا"

عرفات کے دن کی جو دعائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

"یعنی اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اس کا ہے، حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے،

---

(1) مسلم

اے اللہ! میرے دل کو منور فرما، میرے سینہ کو منور فرما، میرے کانوں اور میری آنکھوں کو نور عطا فرما، اے اللہ! مجھے شرح صدر عطا فرما اور میرا کام آسان فرما۔

عرفات کے دن کی اور بھی کئی دعائیں ہیں لیکن جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ افضل اور بہتر دعا وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ خواہ اسکی سند میں کمزوری ہی کیوں نہ ہو۔"

بعض علماء کا کہنا ہے کہ حجاج کیلئے بعض ان دعاؤں کا مہیا کیا جانا اچھا ہی ہے جو نبی کریم ﷺ سے منقول ہیں اور جنہیں آپ مختلف اوقات میں پڑھا کرتے تھے تا کہ حجاج کو دعا کرنے اور اللہ کے حضور گڑگڑانے میں سہولت ہو۔

نبی کریم ﷺ سے مختلف اوقات کی جو دعائیں مروی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔

"اللهم انى أسالک بأن لک الحمد، لااله الا أنت المنان بديع السموات والأرض، ياذالجلال والاكرام."

"اے اللہ! میں اس اقرار کے ساتھ تیرے در کا سوالی بن کر آیا ہوں کہ ساری حمد تیرے ہی لئے ہے۔ تیسرے سوا کوئی اور معبود نہیں تو بے حد وحساب احسان کرنے والا ہے، اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے اے عظمت و بزرگی والے"۔

اللهم أنت ربى لااله الا أنت خلقتنى، وانا عبدک وانا على عهدک، ووعدک ماستطعت، اعوذبک من شرما صنعت، ابوء لک بنعمتک على، وابوء بذنبى فاغفرلى فانه لا يغفر الذنوب الا انت، فاغفرلى مغفرة من عندک

وارحمنی انک أنت الغفور الرحیم.

اے اللہ! تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو نے مجھے پیدا کیا، اور میں تیرا بندہ ہوں، اور میں تیرے عہد اور وعدے پر استطاعت بھر قائم ہوں، میں نے جو کچھ کیا اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اپنے آپ پر تیری نعمت کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں کیونکہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا اپنی طرف سے میری مغفرت فرمادے اور مجھ پر رحم فرما یقیناً تو ہی بخشنے والا اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔

اللهم أنت ربی وأنا عبدک، ظلمت نفسی واعترفت بذنوبی، فاغفرلی انه لا یغفر الذنوب الا انت، واهدنی لأحسن الاخلاق، لایهدی لأ حسنها الا أنت، واصرف عنی سیئها، لایصرف عنی سیئها الا أنت، لبیک وسعدیک، فالشرکله لیس الیک، استغفرک واتوب الیک، اللهم انی أسالک من الخیر کله عاجله وآجله مماعلمت منه ومالم اعلم، واعوذبک من الشر کله عاجله وآجله ماعلمت منه ومالم اعلم، واسالک الجنه وماقرب الیها من قول وعمل، واعوذبک من النار وماقرب الیها من قول وعمل،

اے اللہ! تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ، میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا ہے مجھے اپنے گناہوں کا اقرار ہے بس تو مجھے معاف فرمادے۔ کیونکہ تیرے سوا کوئی اور گناہوں کو معاف نہیں کرتا ہے تو مجھے سب سے اچھے اخلاق کی ہدایت دے۔ سب سے اچھے اخلاق کی ہدایت بھی تیرے سوا کوئی اور نہیں دے

سکتا۔ میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں۔ برائی تیری طرف سے نہیں، میں تجھ سے مغفرت کا طالب ہوں اور توبہ کرتا ہوں اے اللہ! میں تجھ سے بھلائی کا طالب ہوں، اب کی بھی اور بعد کی بھی جو بھلائی میں جانتا ہوں وہ بھی اور جو نہیں جانتا ہوں وہ بھی اور میں برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اب کی بھی اور بعد کی بھی، جو مجھے معلوم ہے اس سے بھی اور جو نہیں معلوم ہے اس سے بھی مجھے جنت عطا فرما اور جنت سے قریب کرنے والے قول و عمل کی توفیق عطا فرما میں دوزخ سے تیری پناہ مانگتا ہوں دوزخ سے قریب کرنے والے قول و عمل سے دور رکھ۔

أللهم انی اعوذبرضاک من سخطک، وبمعافاتک من عقوبتک، واعوذبک منک، لاأحصی ثناء علیک، أنت کما اثنیت انت علی نفسک

اے اللہ! میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ چاہتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی کی پناہ چاہتا ہوں تجھ سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں میں تیری پوری تعریف کی طاقت نہیں رکھتا تو اس طرح ہے جس طرح تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔

اللهم اقسم لی من خشیتک ما تحول به بینی وبین معاصیک، ومن طاعتک ماتبلغنی به جنتک، ومن الیقین ماتهون به علیّ مصائب الدنیا، اللهم متعنی بسمعی وبصری، واجعلهما الوارث منی، واجعل ثأری علی من ظلمنی، وانصرنی علی من عادانی، ولا تسلط علی بذنبی

من لا يخافك ولا يرحمنی

اے اللہ! مجھے اپنا اتنا ڈر عطا فرما جو میرے اور میری نافرمانی کے درمیان حائل ہوجائے اور اتنا جذبہ اطاعت عطا فرما جو مجھے تیری جنت تک پہنچا دے اور اتنا یقین عطا فرما کہ دنیا کی مصیبتیں آسان ہوجائیں اے اللہ مجھے اپنے کانوں اور آنکھوں سے فائدہ پہنچا اور انہیں میرا وارث بنا مجھ پر جو ظلم کرے اس سے تو سمجھ لے جو میرے ساتھ دشمنی کرے اس پر مجھے نصرت عطا فرما اپنے گناہ کی وجہ سے مجھ پر کسی ایسے شخص کو مسلط نہ کر جو تجھ سے نہ ڈرتا ہو اور مجھ پر رحم نہ کرتا ہو۔

اللهم انی عبدک وابن عبدک وابن امتک، ناصیتی بیدک، ماض فیّ حکمک، عدل فیّ قضاؤک، اسألک اللهم بکل اسم سمیت به نفسک أو انزلته فی کتابک أوعلمته احدامن خلقک اواستأثرت به فی علم الغیب عندک أن تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وهمّی

اے اللہ! میں تیرا بندا اور تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں میری پیشانی میرے ہاتھ میں ہے۔ میرے بارے میں تیرا حکم نافذ ہے تیرا فیصلہ سراسر انصاف ہے میں تجھ سے ہر وہ نام لیکر مانگتا ہوں جس سے تو نے خود کو موسوم کیا ہے یا اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے۔ یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو وہ سکھایا ہے یا علم غیب میں اپنے پاس اسے رکھنے کو ترجیح دی ہے کہ تو قرآن کو میرے دل کی بہار، میرے سینہ کا نور اور میرے فکر وغم کو دور کرنے والا

بنادے۔

اللهم انى أسالک العفو والعافية فى دينى وبدنى وأهلى ومالى، اللهم استرعوراتى، وآمن روعاتى

اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں اپنے دین اپنے بدن اپنے اہل اور اپنے مال میں عافیت اور معافی کا طالب ہوں اے اللہ! میرے عیوب پر پردہ ڈال اور گھبراہٹوں سے مجھے محفوظ رکھ۔

اللهم انى أسالک الثبات فى الأمر، والعزيمة على الرشد، وأسألک شكر نعمتک وحسن عبادتک وأسألک قلبا سليما ولسانا صادقا، واسالک من خير ماتعلم، واعوذبک من شر ماتعلم

اے اللہ! میں تجھ سے سارے امور میں ثابت قدمی اور بھلائی پر جمے رہنے کے حوصلے کا طالب ہوں تیری نعمت پر شکر بجالانے اور تیری عبادت بہتر طریقہ پر کرنے کی توفیق عطا فرما، مجھے ظاہری اور باطنی ہر عیب سے پاک دل اور سچی زبان اور ہر طرح کی بھلائی عطا فرما۔ میں ہر برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

يا حى يا قيوم يا ذالجلال والاكرام برحمتک نستغيث ومن عذابک نستجير، اصلح لى شأنى كله ولا تكلنى الى نفسى ولا الى احد من خلقک طرفة عين، اللهم أنت المشتكى وبک المستعان وعليک التكلان ولا حول

ولاقوة الا باللہ

اے زندہ جاوید ہستی! اے کائنات کو سنبھالے رکھنے والے اے عظمت وجلال اور بزرگی والے ہم تیری رحمت کے طلبگار ہیں اور تیرے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں میرے تمام کام درست فرمادے اور آنکھ جھپکنے بھر بھی مجھے میرے نفس اور اپنی مخلوق میں سے کسی کے حوالے نہ کر، اے اللہ! تو ہی ہے جس سے شکوہ کیا جاسکتا ہے تو ہی مدد طلب کئے جانے کے لائق ہے بھروسہ تجھی پر ہے اللہ کی مدد کے بغیر کوئی طاقت اور قوت نہیں۔

اللهم انی اعوذبک من زوال نعمتک وتحول عافیتک وفجأة نقمتک وجمیع سخطک، اللهم انی أعوذبک من جهد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتة الأعداء

اے اللہ! میں تیری نعمت کے زوال، تیری عافیت ختم ہوجانے، اور تیری اچانک ناراضگی، اور تیرے سارے غصہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں اے اللہ! میں آزمائش کی شدت، بد بختی لگ جانے، فیصلہ کی برائی اور دشمنوں کی ہنسی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

اللهم اجعلنی لک ذکارا، ولک شکارا، ولک اواها، ولک مخبتا، رب تقبل توبتی واجب دعوتی وثبت حجتی وسدد لسانی واسلل سخیمة قلبی، اللهم انک أمرت بالدعاء ووعدت بالاجابة وقد سألتک کما أمرتنی فاستجب لی کما وعدتنی، اللهم هذا الجهد، وعلیک

التكلان ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم، اللهم صل علی نبیک محمد وعلی آله وصحبه وسلم (1)

اے اللہ! مجھے سب سے زیادہ ذکر کرنے والا شکر بجالانے والا تیرے حضور آہ وزاری کرنے والا اور اطاعت کرنے والا بنا، میری توبہ قبول کر، میری دعا سن میری دلیل قائم رکھ میری زبان درست فرما میرے دل کو کینہ سے پاک کردے اے اللہ، تو نے دعا کرنے کا حکم دیا اور قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے لہذا میں نے تیرے حکم کے مطابق دعا کی ہے اب تو اپنے وعدے کے مطابق قبول فرما۔ اے اللہ یہ میری کوشش ہے اب تجھی پر بھروسہ ہے اللہ بزرگ و برتر کی مدد کے بغیر نہ طاقت ہے اور نہ قوت۔ اے اللہ! اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیج اور آپ کے صحابہ اور آل پر رحم فرما(1)۔

عرفات کے اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی نازل ہوا۔

الیوم اکملت لکم دینکم، وأتممت علیکم نعمتی، ورضیت لکم الاسلام دینا،

آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا۔

یہ آیت ہر اس شخص کیلئے کمر توڑ ہے جس نے آپ کے بعد دعوائے نبوت کیا یا دعوائے نبوت تو نہیں کیا البتہ شریعت سازی کا دعوی کیا اور پھر یہ آیت کریمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وحی کے سلسلہ کے ختم ہوجانے کا اعلان تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وحی کا سلسلہ ختم کرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز میں اس امت مرحومہ کو اجتہاد کی خصوصیت عطا فرمائی

---

(1) احکام مناسک حج بیت اللہ الحرام۔ عبداللہ بن زید آل محمود

لہذا جو بھی نیا مسئلہ پیش آتا ہے اصول فقہ میں مقرر کردہ ضابطوں اور قاعدوں کی بنیادوں پر اسلامی آئین سازی کے عمومی دائرہ میں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں اجتہاد کرتے ہیں اور اجتہاد تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں شروع ہوچکا تھا۔ جیسا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے جو یمن میں بحیثیت گورنر تقرری کے وقت پیش آیا (جب نبی کریم ﷺ، حضرت معاذ علیہ السلام کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو ان سے دریافت فرمایا کہ معاذ تمہارے فیصلوں کی بنیاد کیا ہوگی؟ عرض کیا اللہ کی کتاب، آپ نے فرمایا اگر کتاب اللہ میں اس مسئلہ کے بارے میں کچھ نہ ملے تو؟ عرض کیا اللہ کے رسول کی سنت، آپ نے پوچھا اگر سنت رسول میں بھی کچھ نہ ملے تو؟ عرض کیا اجتہاد کرونگا یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور آپ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول کے ایلچی کو اس بات کی توفیق بخشی جو اللہ کے رسول کو پسند ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام غروب آفتاب تک کھڑے ہو کر دعائیں کرتے رہے انہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے کہہ رہا تھا: ھٰؤلاء عبادی جاؤنی شعثا غبرا، یرجون رحمتی، ویخافون عذابی، ولم یرونی، فکیف لورأونی" یہ میرے بندے غبار آلود و پراگندہ بال میری رحمت کی امید لئے اور میرے عذاب سے ڈرتے ہوئے میرے پاس آئے ہیں جب کہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں ہے اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر کیا حال ہوگا؟

غروب آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر ہی آپ عرفات سے مزدلفہ کیلئے بڑے ہی اطمینان وسکون سے روانہ ہوئے۔ رفتار دھیمی رکھنے کی غرض سے آپ نے اونٹنی کی لگام اسطرح کھینچ کر پکڑ رکھی تھی کہ آپ کا سر مبارک

کجاوے سے جالگ رہا تھا۔ حضرت اسامہ جو آپ کی اونٹنی ہی پر پیچھے سوار تھے، کہتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے تیز رفتاری سے خبردار کیا تاکہ رفتار تیز رکھنے سے کمزوروں کو اذیت نہ پہنچے۔ آپ نے فرمایا۔ "سکون اور وقار سے چلنے کا خیال رکھو چلنے کا مطلب اونٹ کو دوڑانا نہیں ہے۔ بخاری میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں یہ الفاظ ہیں " نیکی اونٹوں کو دوڑانا نہیں ہے"۔

دیکھیئے آپ کو نظام کا کس قدر خیال تھا اسی خیال کے تحت آپ نے چلنے میں نظام قائم رکھنے اور رفتار دھیمی رکھنے کی ہدایت فرمائی بلکہ اس پر زور دیا یہ انسان بلکہ حیوان پر بھی آپ کی شفقت اور رحم کی انتہا تھی۔ ویسے محرم پر تو جوں مارنا بھی حرام ہے بلکہ حالت احرام میں خشکی کے جانور کا شکار کرنا یا اس کے شکار کا سبب بننا بھی حرام ہے، خواہ کوئی سا جانور ہو، چاہے وہ ہو جس کا گوشت حلال ہو یا وہ ہو جس کا گوشت حرام ہو۔ فرمایا "جب تک تم حالت احرام میں رہو خشکی کے جانور کا شکار تم پر حرام ہے" اس مسئلہ میں تو اس حد تک بھی سختی ہے کہ کسی محرم سے غیر محرم کے شکار کئے ہوئے جانور کو ذبح کرنا بھی جائز نہیں چہ جائیکہ محرم کے شکار کئے ہوئے جانور کو ذبح کیا جائے، دراصل حج دلوں میں رحم و کرم کے جذبہ کو جاگزیں کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اسکی شروعات اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ایک مینڈھے کی قربانی دلا کر کی۔ چنانچہ ہر سال قربانی کی سنت انسان پر رحم اور شفقت اور پدرانہ جذبات کی یاد دلاتی ہے اسی طرح زمزم کو لیجئے جسے پی کر ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے اور اس پر توکل کرنے والے پر اللہ کے رحم و کرم کی یاد تازہ کرتے ہیں، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ حج کے سارے کام رحم و کرم اور شفقت اور ہمدردی کے جذبے کے مطابق انجام پائیں نہ طواف میں دھکم پیل ہو، نہ حجر اسود کے پاس ہاتھا پائی ہو، نہ گاڑیوں میں

ریسنگ، اور نہ لوگوں کو ایذارسانی، بلکہ ہر کام اطمینان وسکون سے کیا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کہ اللہ سے ڈرو اور ہلکے طریقہ سے چلو نہ کسی کمزور کو روندو اور نہ کسی مسلمان کو اذیت پہنچاؤ لاکھوں درود وسلام پھر اللہ کی رحمت اور عظیم نعمت اللہ کے رسول پر جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "ہم نے سارے جہاں والوں کیلئے (مومن ہو کہ غیر مومن) آپ کو سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

غرض یہ کہ یہ بابرکت قافلہ سوئے مزدلفہ اس حال میں روانہ ہوا کہ دلوں میں شفقت وہمدردی اور رحم کا ایک تلاطم تھا اور رفتار پرسکون اور پروقار۔ اسی انداز میں سارے لوگ دس ذی الحجہ ہفتہ کی رات مزدلفہ پہنچے وہاں پہنچ کر آپ نے وضو کیا اور مغرب اور عشاء کی نمازیں قصر اور جمع تاخیر کی شکل میں ایک ساتھ پڑھائیں یعنی ایک اذان اور دو اقامتوں سے ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ نے کوئی سنت نہیں پڑھی۔

پھر یہاں بھی شفقت اور رحم کا دریا موجزن ہوا آپ نے عورتوں اور کمزوروں کو اجازت دیدی کہ وہ رات ہی کے وقت منیٰ کیلئے روانہ ہوجائیں اور عورتیں نہ کہ مرد رات ہی میں جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماردیں لیکن بعض علماء کا کہنا ہے کہ کنکریاں مارنے کیلئے سورج نکلنے کا انتظار کرلینا واجب ہے جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔(1)

نمازوں سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے اور آپ کے ساتھ رہ جانے والے صحابہ نے مزدلفہ میں رات گزاری فجر کا وقت ہوا تو آپ نے نماز اول وقت ہی میں پڑھادی پھر مشعر حرام کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں وقوف کیا اور

---

(1) حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم -- محمد ناصر الدین البانی

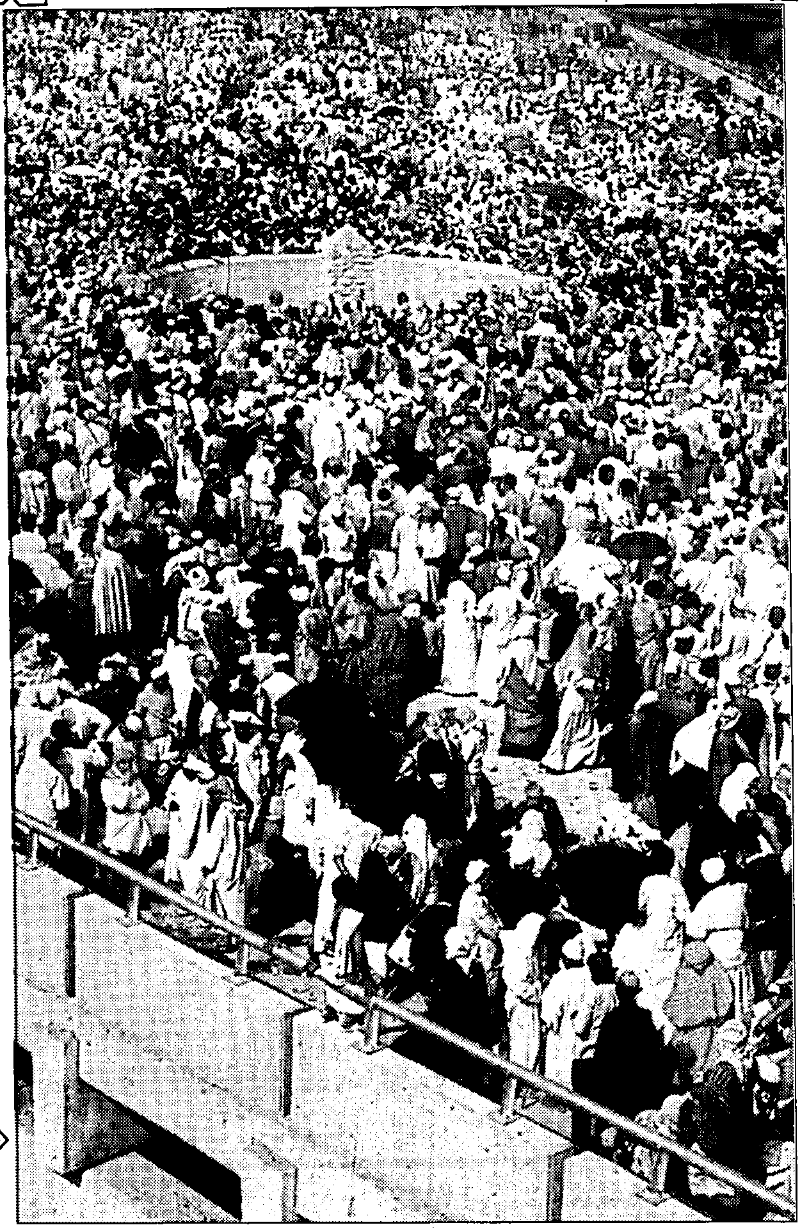

حجاج کرام شیطان کو کنکریاں مار رہے ہیں

اپنی امت پر مہربانی اور رحم کرتے ہوئے فرمایا کہ "میں نے اس جگہ وقوف کیا ہے لیکن سارا مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے"۔

سارے قافلہ نے بھی آپ کے ساتھ وقوف کیا اور لاالہ اللہ الحمدللہ اور دیگر اذکار اور دعاؤں میں مشغول رہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی کہ "جب عرفات سے چلو تو مشعر حرام کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو"۔

سورج نکلنے سے کچھ ہی دیر پہلے آپ صحابہ کرام کے ہمراہ منیٰ میں جمرہ عقبہ کی طرف روانہ ہوئے روانگی سے قبل آپ نے حضرت فضل سے مزدلفہ ہی سے سات کنکریاں چن لینے کیلئے کہا حسب حکم انہوں نے سات کنکریاں چن کر آپ کو دیں آپ نے کنکریاں ہتھیلی میں رکھ کر ان پر پھونک ماری اور فرمایا "اسطرح کی کنکریوں سے رمی کرو دین میں غلو اور مبالغہ سے اجتناب کرو"۔

چلتے ہوئے جب آپ وادی محسر پہنچے تو اونٹنی کو ایڑ لگائی اور وقار سے چلنے کی ہدایت فرماتے ہوئے رفتار تیز کرکے وادی سے جلد گزر گئے۔ محسر، مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان ایک وادی ہے یہ وہ وادی ہے جہاں اصحاب فیل پر عذاب الہیٰ نازل ہوا تھا حجاج جب اس وادی سے قدرے تیز رفتاری سے گزرتے ہیں تو اصحاب فیل کے اس واقعہ کو یاد کرکے عبرت حاصل کرتے ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

ویسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب بھی آپ ان مقامات پر سے گزرتے جہاں دشمنان خدا پر عذاب نازل ہوا تھا تو رفتار بڑھادیتے اور تیز تیز گزر جاتے کیونکہ ایسے مقامات اللہ کے غضب کی جگہیں تھیں یہ بھی نہیں تھا کہ آپ ان جگہوں سے چپ چاپ گزرتے بلکہ عبرت حاصل کرتے ہوئے شکر بجالاتے ہوئے اور اللہ سے یہ دعا فرماتے ہوئے گزرتے کہ آپ کی امت کے

گناہگاروں پر ایسا کوئی عذاب نازل نہ ہو کیونکہ آپ امت کیلئے نہایت مہربان تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "تمہارا نقصان میں پڑنا ان پر شاق ہے تمہاری فلاح کے وہ حریص ہیں ایمان لانے والوں کیلئے وہ شفیق اور رحیم ہیں۔"

آپ اس وسطی راستہ پر چلتے رہے جو جمرۃ عقبہ کی طرف جاتا ہے پھر جب جمرۃ عقبہ کے پاس پہنچ گئے تو وادی کے نیچے اسطرح کھڑے ہوئے کہ بیت اللہ آپ کے بائیں طرف اور منیٰ دائیں طرف اور جمرہ سامنے تھا، اسطرح کھڑے ہو کر سات کنکریاں آپ نے ماریں، ہر کنکری تقریباً چنے کے دانہ کے برابر تھی، ہر کنکری اللہ اکبر کہہ کر ماری۔ جمرہ عقبہ مکہ کی طرف منیٰ کے اخیر میں وادی محصب کے سرے پر واقع ہے اس جگہ کو جمرہ اس کو ماری جانے والی چیز کی نسبت سے کہا گیا جمرہ کے معنی کنکر اور پتھر کے ہیں۔

جمرات جیسا کہ سب جانتے ہیں تین ہیں ان جگہوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ شیطان نے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کے حکم خداوندی کی تعمیل سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر قیمت پر حکم خداوندی کی تعمیل پر مصر رہے اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمارے لئے دین میں تنگی نہیں رکھی اور ہمیں کسی ایسی بات کا مکلف نہیں کیا جس کی ہم میں سکت نہ ہو اور کوئی ایسا بوجھ ہم پر نہیں ڈالا جیسا ہم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں پر ڈالا گیا تھا۔

مناہج نووی میں آتا ہے کہ جمرۃ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں اپنی قیامگاہ واپس گئے قربانی کے اونٹ منگوائے اور ذبح کئے۔ پھر آپ نے اپنے دائیں جانب سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نائی سے فرمایا لو پھر بائیں جانب کے بال نکلوائے اور انہیں حضرت طلحہ کے حوالے کردیا

انہوں نے لوگوں میں یہ بال تقسیم کرائے کسی کو ایک بال کسی کو دو اور کسی کو تین بال ملے جس کو بھی جو ملا اس پر وہ خوشی سے پھولا جارہا تھا اس سے ملتی جلتی بات مناسک کرمانی میں بھی ہے۔

عرفات اور مزدلفہ میں جسطرح آپ نے امت کا خیال کرتے ہوئے اعلان کیا تھا اسی طرح یہاں بھی فرمایا کہ "میں نے اس جگہ جانور ذبح کئے ہیں لیکن سارا منیٰ قربانی کی جگہ ہے"۔

کہا جاتا ہے کہ جمرۃ عقبہ کے پیچھے کا حصہ جو مکہ مکرمہ کی طرف ہے منیٰ میں شامل نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قربانی کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا جس میں آپ نے حاضرین سے سوال فرمایا کہ کونسا دن سب سے زیادہ حرمت والا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: آج کا ہمارا یہ دن، پھر آپ نے پوچھا: سب سے زیادہ حرمت والا مہینہ کونسا ہے؟ حاضرین نے جواب دیا ہمارا یہ مہینہ، آپ نے پھر فرمایا کہ سب سے زیادہ حرمت و عظمت والا شہر کونسا ہے؟ عرض کیا گیا ہمارا یہ شہر، اس پر آپ نے فرمایا تو سن لو تمہارے خون اور تمہارے مال تمہارے لئے اسی طرح حرام ہیں جسطرح تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں تمہارا یہ دن حرام ہے کیا میں نے بات پہنچا دی؟

صحابہ نے عرض کیا جی ہاں آپ نے بات پہنچادی، اس پر آپ نے فرمایا: اے اللہ تو گواہ رہنا(1)

آپ نے اپنی امت کو سہولت مہیا کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا: مکہ کی ہر گلی راستہ بھی ہے اور قربانی کی جگہ بھی۔

---

(1) حجۃ النبی ناصر الدین البانی

اس دن آپ کے پاس ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ مجھے علم نہیں تھا میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر منڈوالیا شفیق ومہربان ذات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ کوئی بات نہیں اب قربانی کردو ایک اور صاحب آئے عرض کیا میں نے رمی سے پہلے طواف کرلیا فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔ اس دن آگے یا پیچھے کئے جانے والے جس کام کے بارے میں بھی آپ سے پوچھا گیا اس کا جواب آپ نے یہی دیا کہ کوئی حرج نہیں کوئی مضائقہ نہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تقدیم یا تاخیر فضلیت میں یکساں ہے بلکہ وہی طریقہ بہتر اور افضل ہے جسے آپ نے اختیار فرمایا تھا جو کام آپ نے پہلے کیا اس کو پہلے کرنا چاہیئے اور جو آپ نے بعد میں کیا اسے بعد میں کرنا چاہیئے لیکن اگر کوئی شخص بھول کر یا لاعلمی میں کسی عذر کی بناء پر آگے پیچھے کردے تو کوئی حرج نہیں ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بھی اتباع کا درجہ دے دے ویسے بھی وہ جس کو جتنا چاہے، دے سکتا ہے اور یہ خود کیا کوئی معمولی رحم وکرم ہے کہ امت محمدی کی غلطی اور بھول چوک معاف ہے؟

سر منڈانے اور قربانی کرنے کے بعد اسی دن یعنی دس ذی الحجہ کو طواف افاضہ کیلئے آپ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے نکلنے سے پہلے حضرت عائشہؓ نے آپ کو خوشبو لگائی کیونکہ حاجی ایسی حالت میں محدود شکل میں حلال ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ احرام کی حالت میں اس کے لئے جو چیزیں حرام تھیں وہ سوائے عورتوں اور شکار کے سب کی سب حلال ہوجاتی ہیں پھر جب طواف افاضہ کرلے تو ہر وہ چیز حلال ہوجاتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے جائز رکھی ہے۔

کعبہ اللہ پہنچ کر آپ نے طواف کیا طواف آپ نے سوار ہو کر کیا تا کہ ہر وہ شخص آپ کو پہچان سکے جو حج کا کوئی مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہو طواف کے دوران

جب بھی آپ حجر اسود کی طرف سے گزرتے تو اپنی چھڑی اس کو چھواتے اور چھڑی کے اس سرے کو بوسہ دیتے۔

طواف افاضہ میں آپ نے نہ رمل کیا اور نہ اضطباع۔ رمل شانے ہلا کر ذرا تیز چلنے کو کہتے ہیں جس سے نصرت اور طاقت کا مظاہرہ ہو اس کو دلکی چال بھی کہتے ہیں اور اضطباع چادر کو اس طرح اوڑھنے کو کہتے ہیں کہ اس کا ایک کنارہ اپنے شانے پر ڈالنے کے بجائے داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر اوڑھا جائے اور داہنا شانہ کھلا رہے۔

طواف ختم کر لینے کے بعد آپ نے اپنی اونٹنی بٹھادی اور مقام ابراہیم پر طواف کی دو رکعتیں پڑھیں پھر زمزم کے کنویں کے پاس تشریف لے گئے۔ زمزم پلانے والوں نے آپ کو ڈول بھر کر دیا آپ نے پیا آپ کی خواہش تھی کہ تواضع وانکساری کے طور پر اور اس بابرکت کنویں کے پاس اللہ کا بے حد ادب کرتے ہوئے خود ہی ڈول کھینچیں لیکن آپ نے بنی عبدالمطلب سے جو کہ کنویں سے پانی کھینچ کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے فرمایا "اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ مجھے دیکھ کر دوسرے لوگ تم سے زبردستی یہ خدمت چھین لیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے تمہارے ساتھ زمزم کھینچتا اور رسی اس پر ڈال لیتا یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنے شانہ مبارک کیطرف اشارہ کیا۔

پھر آپ اسی دن یعنی دس ذی الحجہ ہی کو منیٰ واپس گئے اور تشریق کی تینوں راتیں وہاں گزاریں۔ جلدی کر کے آپ وہاں سے نہیں نکلے اگر آپ جلدی کر کے نکل جاتے تو 11 اور 12 ذی الحجہ کی راتیں گزار لینا کافی تھا۔

منیٰ میں قیام کے دوران آپ ہر دن زوال آفتاب کے بعد یعنی نماز ظہر سے پہلے جمرات کو کنکریاں مارنے کے لئے تشریف لے جاتے آپ نے اسطرح

کیا لہذا ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔

پہلے آپ پہلے جمرے کو جسے جمرۃ صغریٰ کہا جاتا ہے کنکریاں مارتے یہ جمرہ منیٰ کی مسجد (مسجد خیف) سے قریب ہے۔ اس کو کنکریاں مار کر اور اس سے آگے ہو کر کعبہ کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے اور دعا کرتے روایت ہے کہ آپ وہاں اتنی دیر کھڑے ہو کر دعا کرتے جتنی دیر میں ایک شخص جلدی سے سورۃ بقرہ پڑھے۔ آج شاید ہی کوئی آدمی اتنی دیر کھڑے ہو کر دعا کرتا ہو۔ اس کے بعد آپ جمرہ وسطی (درمیان کے جمرہ) کا رخ کرتے اور اسے کنکریاں مار کر اسی طرح دعا کرتے جس طرح پہلے جمرے کے پاس کرتے پھر جمرہ عقبہ پر پہنچتے اور کنکریاں مارتے لیکن یہاں دعا کیلئے کھڑے نہیں ہوتے تھے ہوسکتا ہے کہ ظہر کی نماز کیلئے جلد جانے کے خیال سے آپ ایسا کرتے رہے ہوں۔ عید الاضحی کے بعد کے تینوں دنوں میں آپ اسی طرح کرتے تھے ان دنوں کو گنتی کے چند روز کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "گنتی کے ان چند دنوں میں اللہ کو یاد کرو پھر کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں اور جو کچھ دیر ٹھہر کر پلٹا تو بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دن اس نے تقویٰ کے ساتھ بسر کئے ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے عذر والوں کو عید الاضحیٰ کے دن جمرۃ عقبہ کو کنکریاں مار چکنے کے بعد منیٰ سے باہر رات گزارنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کو زمزم پلانے کی خدمت انجام دینے کیلئے مکہ مکرمہ میں رات گزارنے کی اجازت دیدی اور اونٹوں کے چرواہوں کو بھی اجازت دے دی کہ وہ جمرۃ عقبہ کو کنکریاں مارنے کے بعد اونٹوں کے پاس چلے جائیں اور منیٰ سے باہر ہی رات گزار لیں۔ پھر عید کے تیسرے دن منیٰ آکر دوسرے اور تیسرے دن کی رمی ایک ساتھ کردیں اس کے بعد آکر رکنا چاہیں تو رک کر چوتھے دن کی بھی رمی

کر کے نکلیں۔ زمزم پلانے والوں اور اونٹوں کے چرواہوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ زمزم پلانے والوں کو ہر دن رمی کرنی ہوتی ہے لیکن چرواہے دو دنوں کی رمی جمع کر کے ایک ہی دن مار سکتے ہیں۔

تیرہ ذی الحجہ منگل کا دن ایام تشریق کا آخری دن تھا اس دن آپ نے رمی کی اور محصب کی طرف روانہ ہوگئے جہاں آپ نے ظہر، عصر اور 14 ذی الحجہ بدھ کی رات کی مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں اور محصب ہی میں جہاں حضرت ابو رافع نے آپ کیلئے ایک قبہ بنا رکھا تھا رات گزاری رات کے پچھلے پہر مکہ مکرمہ کیلئے روانہ ہوگئے اور نماز فجر سے پہلے کعبتہ اللہ پہنچ کر طواف وداع کیا۔ مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں پھر ملتزم کے پاس تشریف لے گئے۔ اپنا چہرہ اور سینہ اس کو لگا کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے، آپ نے طواف وداع میں رمل اور اضطباع بھی نہیں کیا۔

اس کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس ہونے کیلئے مکہ مکرمہ کی نچلی گھاٹی کی طرف سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی واپسی میں ذوالحلیفہ پر سے گزر ہوا تو رات وہاں گزاری اور روانہ ہوگئے جب مدینہ منورہ کی آبادی نظر آنے لگی تو آپ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور پھر فرمایا۔ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ہم واپس لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادت کرنے والے اپنے رب ہی کی حمد کرنے والے ہیں۔"

اس طرح آپ حج کر کے واپس ہوئے آپ نے حج کر کے عملی طور پر صحابہ کرام اور آپ کے بعد آنے والوں کو مناسک حج کا طریقہ واضح طور پر بتا دیا تا کہ وہ اس طریقہ پر چلیں اور اپنے بعد آنے والوں کو اسکی راہ نمائی کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ حج سب سے بڑا اسلامی اجتماع اور کانفرنس ہے جس میں

دنیا بھر سے مسلمان آتے ہیں ایک دوسرے سے تعارف حاصل کرتے ہیں اور ایک ہی مقصد اور ایک ہی غرض سے ایک ہی جگہ ملتے ہیں۔

حج کا منظر ایک ایسا انوکھا منظر ہوتا ہے جس میں لوگ اللہ کی طرف دوڑتے چلے جارہے ہوتے ہیں پریشان حال وپراگندہ بال، اس کے حضور کھڑے ہوتے ہیں ہر شخص اس کی رحمت کا امیدوار ہوتا ہے اپنے گناہوں سے ڈرتے ہوئے اس سے مغفرت اور بخشش کا طلب گار ہوتا ہے، سب معافی اور بخشش کے متوقع ہوتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کی رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

حج کے اس منظر کی ایک اور خصوصیت جو نگاہوں کو متوجہ اور دلوں کو اپیل کرتی ہے مکمل مساوات اور برابری ہے، سب کا لباس ایک، کھڑے ہونے اور وقوف کی جگہ ایک، عمل ایک، اللہ ان سب کا رب اور وہ سب اس کے بندے۔

حج میں آخرت کو دنیا پر اور باقی رہنے والی زندگی کو فنا ہونے والی زندگی پر ترجیح دینے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے چنانچہ اس جذبے کے تحت حجاج اپنا آرام وراحت ترک کرکے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو خیرباد کہہ کر دیس سے پردیس ہو کر اور جائز خواہشات کو قربان کرکے اللہ کے کئے ہوئے وعدہ اجروثواب کے لالچ میں حج کیلئے نکل پڑتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "حج مبرور دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے" اور "حج مبرور کا ثواب سوائے جنت اور کچھ نہیں ہے۔"

ایک اور حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ "حج اور عمرہ کرنے والے اللہ تعالیٰ کے مہمان اور اس کے زائر ہیں اگر وہ مانگیں تو وہ انہیں دیتا ہے مغفرت طلب کریں تو مغفرت کردیتا ہے دعا کریں تو انکی دعائیں قبول کرتا ہے اگر وہ سفارش کریں تو انکی سفارش سنی جاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ "شیطان کو عرفات کے دن سے زیادہ اور کسی دن زیادہ نیچ، حقیر، دھتکارا ہوا اور غصہ میں نہیں دیکھا گیا۔"

کس قدر خوش نصیب ہیں وہ جو اللہ کے فضل و کرم اور اسکی رضا اور خوشنودی کی طلب میں سرگرم عمل ہیں اسکی رضاجوئی میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی فکر میں لگتے ہیں۔

اس شاندار اور بابرکت دن میں اس پاک زمین پر یہ بابرکت ملاقات اور اجتماع سب کیلئے نوید مسرت سنا رہا ہے اس مقام کے پاس ادب ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہے کیونکہ ادب عبادت کی جان ہے اور اخلاص کے بغیر عبادت بے جان ہے اللہ تعالیٰ عمدہ اور اچھا ہے اسکو عمدہ چیز ہی پسند ہے اور وہ شرک سے بے نیاز ہے "اور اللہ ہی کیلئے حج و عمرہ پورا کرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک متقیوں ہی کا عمل مقبول ہے۔

کتابیات

1۔ امام ابن قیم: زاد المعاد فی ہدی خیر العباد الجزء الثانی

2۔ شیخ محمد امین شنقیطی: اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن الجز الخاس

3۔ الفقہ علی المذاہب الاربعہ

4۔ شیخ عبداللہ بن عبد الرحمن بن جابر: مفید الاحکام و نور الکلام

5۔ ابن قدامہ: المغنی

6۔ محمد ناصر الدین الالبانی: حجتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کمارواہا عنہ جابر رضی اللہ عنہ

7۔ شیخ عبداللہ بن زید آل محمود: احکام منسک حج بیت اللہ الحرام

8۔ ہاشم عقیل عزوز: البیت والحج